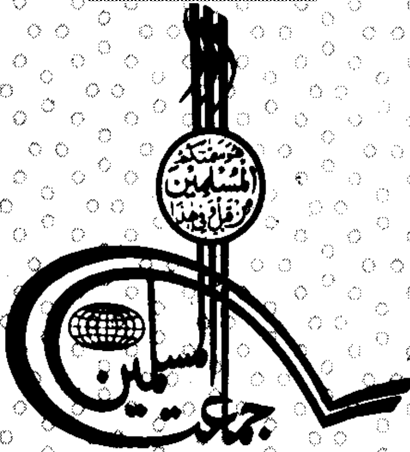
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عظمتِ رسول

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قسط ①

تقریر :- جناب مسعود احمد



جماعت المسلمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان اور میری زبان ! میں کیا عظمت بیان کر سکتا ہوں؟ یہ ایک بحرِ بیکراں ہے اس کی تہہ تک کس کی رسائی ہوسکتی ہے ؟ یہ ایک ایسا باغ ہے جس کی تعریف کماحقہ کوئی نہیں کرسکتا۔ میں اس کی بہار کا بیان کروں گا اس سے آپ باغ کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب بہار ایسی خوش رنگ و دل آویز ہے تو پھر باغ کیسا ہوگا ؟

ع "قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا"

"ثناء خواں جس کا قرآن ہے، ثناء ہے جس کی قرآن میں" اس کی عظمت ہم کیا بیان کر سکتے ہیں ؟ ایسا عظیم الشان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری طرف مبعوث کیا گیا ہے جس کی ایک ایک صفت ایسی ہے کہ اُس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں ایسا باکمال اور عظیم الشان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ملا اور یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمیں ایسا نبی ملا ہم نے اس کی کماحقہ پیروی نہیں کی۔

کوئی فلسفہ اور کوئی نظریہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک اس کی پشت پر کوئی عملی شخصیت نہ ہو جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ یہ خصوصیت آپ کو صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں بدرجہ اتم ملے گی۔

یہ آپ ہی کا منصبِ جلیل تھا کہ آپ نے جو کچھ کہا وہ کر کے دکھایا اور ایک شاندار عملی نقشہ امت کے سامنے پیش کیا۔ یہی نہیں بلکہ جو مقصدِ عظیم آپ کے پیشِ نظر تھا اس کے لئے خود بھی عمل کیا اور دوسروں سے کروا کے گئے۔

یہ تو تھی مختصر سی تمہید اب میں عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل موضوع پر آتا ہوں۔ یہ موضوع بڑی وسعت کا حامل ہے۔ ذیل میں اس موضوع کے مختلف عنوانات پر قدرے اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱) نعمتِ عظمیٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت تھے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(البقرۃ - ۱۵۰)

اور (اے رسول) آپ جہاں کہیں چلے جارہے ہوں (یعنی بحالتِ سفر آپ جہاں کہیں بھی ہوں نماز کی حالت میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلیا کیجئے اور (اے ایمان والو) تم جہاں کہیں بھی ہوا پنے منہ مسجد حرام کی طرف کرلیا کرو (یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے) تاکہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حُجّت باقی نہ رہے (وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ تحویل قبلہ کی نشانی پوری نہیں ہوئی لہٰذا تم حق پر نہیں ہو تحویل قبلہ کے بعد اب وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے) مگر ہاں وہ لوگ جو ان میں ظالم ہیں (وہی لایعنی اعتراض کریں تو کریں) تو تم ان لوگوں سے نہ ڈرنا بلکہ مجھ سے ڈرنا اور (تحویل قبلہ کا یہ بھی مقصد ہے کہ) میں اپنی نعمت تم پر پوری کردوں اور یہ کہ تم ہدایت پر چلتے رہو۔

اللہ تعالٰے نے اس آیت کی خطِ کشیدہ عبارت میں اپنی نعمت یعنی دین کی تکمیل کا وعدہ فرمایا یعنی اللہ تعالٰے نے دین کو ایک نعمت قرار دیا پھر فرمایا :۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

(البقرۃ - ۱۵۱)

(اور اے ایمان والو، ہم تم پر اپنی نعمت پوری کرنے والے ہیں) اسی طرح جس طرح ہم نے (ایک بہت بڑی نعمت تم کو یہ عطاء فرمائی کہ) ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے، تمہارے دلوں کو پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

دوسری نعمت عظمٰی جس کا ذکر اللہ تعالٰے نے مذکورہ بالا آیت میں کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالٰے نے اس کا احسان

بھی جتادیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران - ۶۴)

اللہ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے ان کے دلوں کو پاک کرتاہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتاہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی نعمت کا احسان نہیں جتایا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا احسان جتایا۔ اس سے ثابت ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت واقعی ایک بہت بڑی نعمت تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑی نعمت تھے گویا آپ نعمت عظمیٰ تھے۔

② فضلِ عظیم وفضلِ کبیر

اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتاہے :۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النسآء - ۱۱۳)

اور (اے رسول) اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ایسی ایسی باتوں کی تعلیم دی ہے جن کو (پہلے) آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل - ۸۷)

(اے رسول) بیشک آپ پر آپ کے رب کا بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالےٰ نے پہلی آیت میں "فضلِ عظیم" اور دوسری آیت میں "فضلِ کبیر" استعمال فرمایا۔

سوال یہ ہے کہ یہ "فضلِ عظیم" اور "فضلِ کبیر" کیا چیز ہے ؟
ہم اس کی وسعت، گہرائی، معنی اور مفہوم کیا بیان کرسکتے ہیں ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا مال
(نساء - ۷۷) ومتاع بہت تھوڑا ہے۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :-

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان
(نحل - ۱۸) کو گن نہیں سکتے۔

اب جس چیز کو قلیل کہا گیا ہے اس کی کیفیت وحالت یہ ہے کہ ہم نہ اس کا احصاء کر سکتے ہیں، نہ احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ شمار کر سکتے ہیں تو بتائیے جس چیز کو عظیم وکبیر کہا گیا ہے اس کی عظمت اور وسعت کا ہم عاجز کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔

لفظ عظیم قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک اور جگہ بھی آیا ہے۔

(۳) خلقِ عظیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○

نٓ۔ قلم کی قسم اور اس چیز کی قسم جو لوگ لکھتے ہیں، آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں، آپ کے لئے نہ منقطع ہونے والا اجر ہے اور بے شک آپ خلقِ عظیم پر (فائز) ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ نون حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے جس کے معنی کوئی نہیں جانتا۔

یہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی ایک کسوٹی ہے کہ جس رسول کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ "وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ" نکلے اسی رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے حرفِ مقطعہ نٓ بھی نکلا۔

اگر ایمان بالرسول صحیح ہے تو نٓ کو ماننا پڑیگا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اگر ایمانِ بالرسول میں خامی ہے تو پھر اعتراض ہو سکتا ہے کہ نٓ کیا چیز ہے؟

اگر ایمان بالرسول صحیح ہے تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں اہلِ ایمان کا یہ قول ہوگا : "كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا"۔

اگر نبیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا "یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے" تو ہم نے مان لیا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

اسی طرح اگر وہ یہ کہیں کہ "الف ، لام ، میم " منزّل من اللہ ہیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ "الف، لام، میم" منزل من اللہ ہیں کیونکہ رسول مان لینے کے بعد رسول کی ہر بات بلاچوں وچرا ماننی پڑے گی خواہ ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے۔ یہ ہے ایمانِ بالرسول ۔ ایمانِ بالرسول بہت بڑی چیز ہے۔ ایمان کے تمام شعبے درحقیقت ایمان بالرسول کے ذیل ہی میں آتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قوم سے خطاب کیا۔

اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِیْ اِلَی الْعِبَادِ اَدْعُوْهُمْ اِلٰی اَنْ یَّعْبُدُوا اللّٰهَ لَا یُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّ اَنْزَلَ عَلَیَّ كِتَابًا (مسند احمد وسندہ صحیح بلوغ جزء ۲ ص ۲۶)

میں اللہ کا رسول ہوں ، مجھے اللہ نے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے کہ میں انہیں اس بات کی دعوت دوں کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور مجھ پر اللہ نے ایک کتاب نازل کی ہے۔

حدیث مبارک کے خطِ کشیدہ الفاظ پر غور فرمایئے ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے من جملہ دیگر باتوں کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ " مجھ پر اللہ نے ایک کتاب نازل کی ہے "۔

اس [illegible] ہی کو ہم نے مان لیا اور کیوں مان لیا ؟ صرف اس لئے کہ یہ ایمان بالرسول کا تقاضا تھا۔

آگے اللہ تعالٰی نے قلم کی قسم کھائی ہے۔ قلم اور قسم دونوں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں اور اللہ تعالٰی جس چیز کی قسم کھائے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ آیتِ مذکورہ میں دو چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ دو چیزیں یہ ہیں :- قلم اور وہ چیز جو قلم سے لکھی جاتی ہے۔

بنی نوع انسان پر قلم کے بے شمار احسانات ہیں۔ قلم کے بے شمار عظیم الشان فوائد ہیں جن کا احاطہ انسان کے بس سے باہر ہے۔ آج ساری دنیا کے علوم وفنون اسی قلم کی مرہون منت ہیں۔ اسی قلم کی بدولت ہمارا دینی سرمایہ محفوظ ہے، اسی قلم کی بدولت دینی و دنیاوی علوم وفنون سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں۔

دنیا بھر کے دارالعلوم ودفاتر قلم ہی کا کارنامہ ہیں اور اسی قلم کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ (صحیح ابی داؤد ۳/۸۹۰، سندہٗ صحیح)

سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم ہے۔

معلوم ہوا کہ قلم بڑی عظیم چیز ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھائی ہے۔

دوسری چیز جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی " وَمَا يَسْطُرُوْنَ " ہے، لکھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو قلم سے لکھتے ہیں اور لکھنے والوں سے فرشتے مراد ہیں جو نامہ اعمال وغیرہ لکھتے ہیں یا وہ لوگ مراد ہیں جو قرآن مجید اور کتبِ احادیث کی کتابت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔

آگے فرمایا (مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ) آپ اپنے ربّ کی نعمت (فضل و کرم) سے دیوانے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تردید کر رہا ہے جو صادق و مصدوق نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب و استہزاء کرنے کے لئے آپ کو مجنون و دیوانہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے کہ آپ مجنون نہیں ہیں آپ پر تو آپ کے رب کا بڑا فضل و کرم ہے۔

کفّار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوّت کا انکار کرنے کے لئے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے تھے اور آپ کو دیوانہ بھی کہتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ○ (الحجر - ٦)

اور (کافر) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس (کا دعویٰ ہے کہ اس) پر (اللہ کی طرف سے) نصیحت نازل ہوئی ہے تم مجنون (یعنی دیوانے) ہو۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے :۔

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ○ (الدخان - ١٣ و ١٤)

کافروں کو (آخر) نصیحت کیسے ہوگی؟ ان کے پاس ایسا رسول آچکا ہے جو (ہدایت کی) ہر بات کو واضح کرتا ہے (لیکن یہ) پھر (بھی اس پر ایمان نہیں لائے بلکہ) اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے یہ تو سکھایا پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ میں فضل و کرم کی طرف اشارہ فرمایا اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کی طرف اشارہ فرماتا ہے :۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ○ (والطور - ٢٩)

(اے رسول) آپ نصیحت کرتے رہیئے آپ اپنے ربّ کے فضل و کرم سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے اپنے بے پایاں فضل وکرم کا ذکر فرمایا کہ آپ کے لئے تو نہ منقطع ہونے والا اجر ہے۔ یہ منقطع نہ ہونے والا اجر بھی فضل عظیم ہی کی ایک کڑی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم الشان صفت کی گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ) اور بے شک آپ خلق عظیم پر (فائز) ہیں۔

یہ خلق عظیم کیا ہے؟

خُلُقٌ اور خُلْقٌ:۔ یہ واحد ہیں اور ان کی جمع اخلاق ہے۔

خلق عظیم سے مراد وہ تمام مکارم اخلاق اور اوصاف حمیدہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصدِ عظیم ہی دراصل خلق عظیم کے مکارم کی تکمیل تھا۔ بھلا دنیا کے عظیم ترین بشر کی عظمت و رفعت تک کس کی رسائی ہو سکتی ہے جس کے خلق عظیم کی گواہی خود اللہ تبارک وتعالےٰ بیان کرے۔

حضرت سعد بن ہشامؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ سے پوچھا:۔

اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ خُلُقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ — آپ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیے (کہ آپ کا اخلاق کیسا تھا)۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ نے کہا:۔

اَلَسْتَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ؟ — کیا تم نے قرآنِ مجید نہیں پڑھا؟

حضرت سعد بن ہشامؒ نے کہا:۔

"بَلٰى" — ہاں کیوں نہیں؟ (میں نے قرآن مجید پڑھا ہے)۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ نے ارشاد فرمایا:۔

فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب جامع صلاۃ اللیل جزء اول ص۲۹۹) — بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن مجید تھا (یعنی وہ تمام مکارم اخلاق اور اوصاف حمیدہ جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ مطہرہؓ بلند پایہ عالمہ، فاضلہ اور فقیہہ

تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے عظیم بحر بیکراں کو "کان القرآن" کہہ کر گویا دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ ایسی جامع و مختصر تشبیہ علم و فضل کا ایک خوبصورت مرقع اور دلنشین شاہکار ہے جس سے خود حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ کی عظمت بھی بخوبی آشکار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ مطہرہ کا حضرت سعدؓ کو یہ جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجسم قرآن تھے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ آپ قرآن مجید کے احکام کو دیکھ لیجئے اگر وہ الفاظ ہیں تو آپ مجسم قرآن مجید یعنی چلتے پھرتے قرآن مجید تھے گویا آپ قرآن مجید کے عملی پیکر اور قرآن مجید کے بیان کردہ اخلاق و صفات کے حامل تھے۔

کسی شخص کے قول و فعل اور کردار کے بارے میں قرآن مجید کا حوالہ دے دیا جائے تو یہ تعریف کا نقطۂ کمال ہے اور یہی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی اور جامع صفات ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ — مجھے اللہ تعالےٰ نے اسی لئے مبعوث فرمایا ہے کہ میں اخلاق کے حقوق اور واجبات کی تکمیل کروں۔

(مسند احمد جزء ۱۷ ص۸۰ صحح احمد محمد شاکر)

صالح کے معنی نیک کے ہیں اور صالح کے معنی حقوق اور واجبات کے بھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے حقوق اور واجبات کی تکمیل کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے حقوق اور واجبات کی تکمیل صرف قول ہی کے ذریعہ نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے عمل کے ذریعہ بھی عظیم الشان اخلاق کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اگر ہم ایسے تمام واقعات کا تذکرہ کریں تو ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی تاہم چند باتوں کا تذکرہ ضروری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ با اخلاق تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس خلقا جزء ۲ ص۲۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق کے سلسلہ میں یہ دو گواہیاں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ پہلی گواہی حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ مطہرہ کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اہل بیت میں ان کی زوجہ محترمہ ہیں۔ دوسری گواہی ایک جلیل القدر صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم بھی ہیں۔

یہاں اس حقیقت کو ذہن میں رکھیئے کہ مرد کی کمزوری کی سب سے زیادہ واقف اس کی بیوی یا خادم ہوتا ہے۔ لیکن زوجہ محترمہ فرما رہی ہیں (فَاِنَّ خُلُقَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ الْقُرْاٰنَ) آپ مجسم قرآن مجید تھے اور خادم فرماتے ہیں (کَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا) آپ تمام لوگوں سے زیادہ بااخلاق تھے۔

مزید برآں کسی انسان کی کمزوری کا سب سے زیادہ جاننے والا اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے وہ گواہی دے رہا ہے کہ (وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ) بیشک آپ خلقِ عظیم پر (فائز) ہیں۔

بتلایئے کیا یہ گواہیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند و بالا مرتبہ اور شان وعظمت کی کھلی دلیل نہیں؟

ایک، اللہ تبارک وتعالیٰ کی گواہی۔

دوسری، زوجہ محترمہ کی گواہی۔

تیسری، ایک خادم کی گواہی۔

مزید برآں کسی شخص کا اپنی ہی پیش کردہ تعلیم پر خود بھی عمل کرکے دکھانا یقیناً اس شخص کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے واجبات اور حقوق کی تکمیل کی اور شاندار طریقہ سے کی اور جو کچھ ارشاد فرمایا اس پر اس حد تک خود عمل کرکے دکھایا کہ اس عملی پیکر کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب ـ ۲۱)

تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ آیت بھی آپ کی عظمت کی کھلی دلیل ہے۔

اب اس سلسلے کی مزید گواہیاں بھی ملاحظہ فرمایئے:۔

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں:۔

اَسَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عُقَیْلٍ ... . فَاَتٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

صحابہ نے بنو عقیل کے ایک (کافر) شخص کو گرفتار کیا (اور اسے کسی ستون سے باندھ دیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْوَثَاقِ، قَالَ یَا مُحَمَّدُ فَاَتَاہُ، فَقَالَ مَاشَاْنُكَ فَقَالَ بِمَ اَخَذْتَنِیْ فَقَالَ اَخَذْتُكَ بِجَرِیْرَۃِ حُلَفَائِكَ ثَقِیْفَ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَنَادَاہُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِیْمًا رَقِیْقًا فَرَجَعَ اِلَیْہِ فَقَالَ مَا شَاْنُكَ قَالَ اِنِّیْ مُسْلِمٌ قَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَاَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ اَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَادَاہُ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ فَاَتَاہُ فَقَالَ مَا شَاْنُكَ قَالَ اِنِّیْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِیْ وَظَمْآنُ فَاَسْقِنِیْ قَالَ هٰذِہٖ حَاجَتُكَ۔

(صحیح مسلم کتاب النذور باب لاوفاء لنذور فی معصیۃ اللہ جزء ۲ ص ۱۷-۱۸ عن عمران)

تشریف لائے۔ اس نے کہا: اے محمد، آپ اس کے اور قریب چلے گئے۔ آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آپ نے مجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیں تمہارے حلفاء کے جرم میں گرفتار کیا ہے۔ آپ اس کی بات کا جواب دیکر واپس ہوئے تو اس نے پھر آواز دی اے محمد، اے محمد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحیم اور نرم دل تھے۔ آپ پھر اس کے پاس گئے اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا میں مسلم ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ بات اس وقت کہتے جب تم بااختیار تھے تو تم مکمل طور پر فلاح پاتے۔ آپ اس کی بات کا جواب دیکر واپس ہوئے تو اس نے پھر آواز دی اے محمد، اے محمد، آپ پھر اس کے پاس گئے۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلایئے، میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلایئے۔ آپ نے فرمایا یہ تمہاری حاجت پوری کی جائے گی۔

مذکورہ بالا احدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ وہ شخص ایک قیدی ہے اور رسیوں سے جکڑا ہوا ہے کسی قیدی شخص کا ایک حکمران و سپہ سالار کو اتنی بے ادبی سے پکارنا یقیناً قابل تعزیر ہے۔ یہ واقعہ جو ایک فاتح جنرل، سپہ سالار اعظم، حکمران اور ایک قیدی کے مابین واقع ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور عفو و درگذر کی لاثانی مثال ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر قیدی کے توہین آمیز انداز تخاطب پر اس سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ اس کی ضرورت کو پوری کرنے کا حکم دیا۔ تاریخ عالم ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ ایک قیدی بدتمیزی کے ساتھ فاتح جنرل کو مخاطب کرکے پکارے اور وہ فاتح جنرل خندہ پیشانی سے اس کی فرمائش کو پورا کر دے۔ ایسی مثال حکمران تو حکمران

کسی فقیر کے کردار میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔

اس موقع پر حضرت عمرانؓ نے (جو واقعۂ مذکورہ کے عینی گواہ اور اس کے راوی ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم پر جو خراج تحسین رحیماً رقیقاً کے الفاظ میں ادا فرمایا وہ بھی عجیب وغریب ہے۔

بلاشک وشبہ حضرت عمران بن حصینؓ کی یہ شہادت کہ آپ بے حد رحیم اور رقیق القلب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق کی عظیم الشان گواہی ہے۔ ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ فرماتی ہیں :۔

اَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حِيْنَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ مَتٰى عَهِدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ (صحیح بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحاشا جزء ۸ صـ۱۱۵، صـ۱۱۶ وصحیح مسلم کتاب البر باب مداراۃ من یتقی فحشہ جزء ۲ صـ۴۳۳ نحوہٗ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ (آپ نے اجازت دی) جب آپ نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ اپنی قوم کا بدترین شخص ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا تو آپ اس سے بڑے اخلاق وخندہ پیشانی سے ملے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، جب آپ نے اس شخص کو دیکھا تھا تو ایسا ایسا فرمایا تھا اور جب آپ اس سے ملے تو بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھے بداخلاق کب پایا تھا۔ بیشک قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مقام کے لحاظ سے سب سے بدتر وہ شخص ہوگا جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسے شخص سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا جس کے بارے میں آپ کو علم تھا کہ وہ قوم کا بدترین شخص ہے ایسی اچھوتی و

بے نظیر مثال ہے جس پر جتنی بھی حیرت کی جائے کم ہے۔
یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ اس حسنِ خلق کی اعلیٰ مثال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ حیرت کر بیٹھیں۔
الغرض اس قسم کے پیش آنے والے واقعات دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمالِ ضبط اور صبر وتحمل کا عظیم الشان مظاہرہ کیا اور بنی نوع انسان کے سامنے نہ صرف ایک عمدہ نمونہ پیش کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کی اس شہادت کو سچ ثابت کر دکھایا کہ آپ واقعی خلق عظیم پر فائز ہیں۔
خلقِ عظیم پر فائز ہونا اور اس عظیم صفت کو درجہ کمال تک پہنچانا آپ ہی کا کام تھا۔ تاریخِ عالم ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔
ان ہی گوہر نایاب موتیوں میں سے ایک اور موتی کی آب وتاب ملاحظہ فرمائیے۔ معاویہ بن الحکم السلمی کہتے ہیں :۔

بَيْنَ أَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ ...... وَفَبِأَبِيْ هُوَ وَأُمِّيْ مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ (صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ۲۱۸/۱)

اس حال میں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے یرحمك اللہ کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے بہترین تعلیم دینے والا نہیں دیکھا۔ نہ آپ نے مجھے (اس فعل پر) ڈانٹا، نہ آپ نے مجھے مارا اور نہ آپ نے مجھے برا بھلا کہا۔

غور فرمائیے واقعہ مذکورہ خوش اخلاقی کا کتنا عمدہ نمونہ ہے۔ مزید سنیئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِيْ عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ يَا أُمَّ فُلَانٍ أُنْظُرِيْ أَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى أَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ فَخَلَا مَعَهَا فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰى فَرَغَتْ

ایک عورت نے جس کی عقل میں کچھ کمی تھی کہا کہ اے اللہ کے رسول، مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ نے فرمایا : اے فلاں کی ماں تم بتاؤ کس گلی کوچہ میں تمہیں کام ہے تاکہ میں تمہاری حاجت پوری کردوں۔ آپ کسی راستہ میں اس کے ساتھ اکیلے چلے گئے (اور اسی کے ساتھ

مِنْ حَاجَتِہَا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب قرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الناس جزء ۲ صفحہ ۲۳۷) رہے) یہاں تک کہ وہ عورت اپنی حاجت سے فارغ ہوئی۔

غور فرمائیے ایک حکمران کے کردار کی کیسی لاثانی مثال ہے۔ آپ نے ایک نیم پاگل عورت کا کام خود بہ نفس نفیس کر دیا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جاں نثار صحابہ کرام اور خدام بھی موجود تھے۔ اگر آپ چاہتے تو یہ کام اپنے جانثاروں اور خادموں سے بھی کروا سکتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حکمران ہونے کے باوجود اس کا کام خود کیا، کیا ایسی کوئی نظیر پیش کی جا سکتی ہے؟

تاریخ عالم ساکت ہے۔ کیا کسی پیر یا فقیر یا کسی بادشاہ سے ایسی اعلیٰ ظرفی کی مثال ڈھونڈے سے بھی مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ وَاللّٰہِ مَا قَالَ لِیْ اُفًّا قَطُّ وَلَا قَالَ لِشَیْءٍ لِمَ فَعَلْتَ کَذَا وَھَلَّا فَعَلْتَ کَذَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاللّٰہِ مَا قَالَ لِیْ لِشَیْءٍ صَنَعْتُہٗ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا ھٰکَذَا وَلَا لِشَیْءٍ لَمْ اَصْنَعْہُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ ھٰذَا ھٰکَذَا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس خلقا جزء ۲ صفحہ ۳۲۲ وروی البخاری نحوہ فی کتاب الادب باب حسن الخلق جزء ۸ صفحہ ۱۷ وکتاب الوصایا استخدام القسم جزء ۴ صفحہ ۱۳)

میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ نے کبھی مجھے اُف تک نہ کہا۔ نہ کسی کام کے متعلق یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ اور نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا؟ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی قسم آپ نے مجھ سے کسی کام کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ یہ کام تم نے اس طرح کیوں کیا اور نہ کسی کام کے لئے جو میں نے نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم کے ساتھ حسنِ سلوک آپ کی رفعت شان اور عظمت کی بیّن دلیل ہے۔ حضرت انسؓ اعتراف کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی لیکن اس طویل عرصہ میں آپ نے کبھی ان کو اف تک نہ کہا۔ اگر انہوں نے کوئی کام کیا تو یہ نہیں پوچھا کہ ایسا کیوں کیا اور اگر کوئی کام نہ کیا تو کبھی یہ نہ پوچھا کہ یہ کیوں نہیں کیا؟

کیا کسی خادم سے کسی حکمران کا یہ حسنِ سلوک تاریخِ عالم پیش کرسکتی ہے ؟

اسی خادم حضرت انسؓ کا ایک اور خراجِ تحسین ملاحظہ فرمائیے حضرت انسؓ کہتے ہیں :۔

اَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَاجَۃٍ فَقُلْتُ وَاللّٰہِ لَا اَذْھَبُ وَفِیْ نَفْسِیْ اَنْ اَذْھَبَ لِمَا اَمَرَنِیْ بِہٖ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ حَتّٰی اَمُرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ فِی السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَایَ مِنْ وَرَائِیْ فَنَظَرْتُ اِلَیْہِ وَھُوَ یَضْحَکُ فَقَالَ یَا اُنَیْسُ اَذَھَبْتَ حَیْثُ اَمَرْتُکَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْھَبُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس خلقاً جزء ۲ صفحہ ۳۲۲)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ اگرچہ میرے دل میں تھا کہ جس کام کے لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے میں ضرور جاؤں گا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ کی قسم میں نہیں جاؤں گا۔ کچھ دیر بعد میں (وہاں سے) چلا گیا۔ بازار میں چند بچے کھیل رہے تھے (میں وہاں کھڑا ہو گیا اور کھیل دیکھنے لگا)۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں پہنچ گئے اور آپ) نے پیچھے سے میری گدی پکڑی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے (پیار سے) فرمایا اے انیس کیا تم اس جگہ ہو آئے جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول، ابھی جاتا ہوں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق و عفو و درگذر کے سلسلہ میں مذکورہ بالا واقعہ بھی ایک ایسی نظیر ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو، کوئی افسر اپنے ماتحت کو، کوئی استاد اپنے شاگرد کو، کوئی پیر اپنے مرید کو کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور وہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا یا میں نہیں جاؤں گا تو انصاف سے بتلائیے کہ کیا اسے معاف کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ قربان جائیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اخلاق پر کہ اپنے خادم پر بغیر کسی خفگی و غصہ کے اظہار کے مشفقانہ لہجہ میں مسکراتے ہوئے گدی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے انیس کیا تم وہاں ہو آئے جہاں جانے کے لئے میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔

غور فرمائیے کتنے پیار سے حضرت انسؓ کو انیس کہا باوجود اس کے کہ حضرت انسؓ

قسم کھا کر نہ جانے کا اعلان کر چکے تھے اور عملاً وہاں گئے بھی نہیں لیکن اس قدر شفقت و در گذر کا مظاہرہ ایک شفیق ماں بھی اپنے لاڈلے بچے کے ساتھ نہ کر سکے گی۔

حسنِ خلق کے یہ وہ نمونے ہیں جس کے خلق کو اللہ تعالےٰ نے خلق عظیم کہا۔ یہ ایسے شاندار نمونے ہیں جس کی گرد کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

الغرض خلق عظیم کے سلسلہ میں ایسے بے شمار بکھرے ہوئے پھول ہیں جنہیں چن کر یکجا کیا جائے تو ایک خوبصورت ہار بنایا جا سکتا ہے۔

بہرحال یہ باغ کی بہار کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔ اب بہار کے دوسرے گوشے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

④ شفاعت کبریٰ وعظمیٰ

شفاعت کبریٰ وعظمیٰ سے مراد ایسی شفاعت ہے جو بڑی اور عظیم الشان ہو۔ یہ شفاعت کبریٰ وعظمیٰ کیلئے ہے جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصّہ میں آئی۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ ...... اُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ

(صحیح بخاری کتاب الحیض باب التیمم جزء اول ص۴۸ و صحیح مسلم کتاب المساجد جزء اول ص۲۱۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں .... (ان پانچ چیزوں میں سے ایک) شفاعت (ہے جو) مجھے دی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق اللہ تعالےٰ نے آپ کو پانچ ایسی چیزیں عطاء کیں جو کسی نبی کو عطاء نہیں کی گئیں ان میں سے ایک شفاعت ہے۔

شفاعت جس کی ہر شخص تمنّا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ روزِ محشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں۔

قیامت کے دن ایمان والے جمع ہوں گے اور (باہم صلاح و مشورے کے بعد) کہیں گے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے رب کے حضور کسی کی سفارش پہنچائیں۔ صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ لوگ مختلف انبیاء سے سفارش کی درخواست کر کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گے میں اس لائق نہیں ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ سب لوگ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کی اجازت چاہوں گا۔ مجھے اجازت ملے گی میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر ارشاد باری ہوگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو تمہیں دیا جائے گا، کہو تمہاری بات سنی جائے گی، سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ (تفصیل کے لئے صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورہ بقرہ جزء ۶ صـ۲۱ ملاحظہ فرمایئے)۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَنَا ...... اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ جمیع الخلائق جزء ۲ صـ۲۱۰)

میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطاء کی گئی۔ جو چیز کسی کو نہ ملی ہو وہ آپ کو ملی۔ کیا یہ آپ کی عظمت کی دلیل نہیں ؟

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے :۔

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل ـ ۷۹)

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

یہ مقام محمود کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے ؟
مقام محمود کے لغوی معنی تعریف والا مقام کے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اَوْ سُئِلَ عَنْهَا قَالَ هِيَ الشَّفَاعَةُ (ترمذی ابواب التفسیر القرآن باب تفسیر سورہ بنی اسرائیل جزء ۲ صـ۱۴۸ سندہ حسن)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "امید ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا" کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ (مقام محمود) شفاعت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خصوصی مرتبہ ومقام عطاء کیا گیا ہے۔ آپ مقام محمود پر کھڑے ہو کر ہی شفاعت کریں گے۔

⑤ رسالت کبریٰ و عظمیٰ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ کَانَ کُلُّ نَبِیٍّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلٰی کُلِّ اَحْمَرَ وَّ اَسْوَدَ (صحیح مسلم کتاب المساجد جزء اوّل صـ ٢١٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطاء کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گیئں۔ ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے (یعنی میں تمام دنیا والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

ہر نبی اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ یہ رسالت عظمیٰ کی بیّن دلیل ہے۔ یہ ایسی خصوصیت وفضیلت ہے جو کسی کو نہیں ملی۔ اس سلسلہ میں صحیح بخاری کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی اس کے بھی راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ ...... کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً (صحیح بخاری کتاب الحیض باب التیمم جزء اول صـ ٩٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گیئں ...... ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قوموں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے تھے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاص وعام، گورے و کالے تمام لوگوں کے لئے مبعوث کئے گئے اور یہ اتنی بڑی وعظیم فضیلت ہے جو کسی کو عطاء نہیں کی گئی۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ خود اس حقیقت کی گواہی دے رہا ہے :۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف - ١٥٨)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں جس کی بادشاہت آسمانوں پر بھی ہے

اور زمین پر بھی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت بھی ملی تو وہ بھی خصوصی رسالت تھی یعنی ایک ایسی عظیم رسالت جس کی کوئی نظیر نہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے :-

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ○ (الفرقان - ۱)

بابرکت ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندے پر قرآن (مجید) نازل فرمایا تاکہ وہ (بندۂ تمام) اقوام عالم کو ڈرائے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے تمام اقوام عالم کے لئے نذیر بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا (الشوریٰ - ۷)

اور (اے رسول جس طرح پہلے انبیاءؑ پر ہم نے کتابیں نازل کی تھیں) اسی طرح ہم نے یہ قرآن عربی زبان میں آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ مکّہ والوں کو اور ان (لوگوں) کو جو مکّہ کے اردگرد (رہتے ہیں) ڈرائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہر فضیلت بے مثال اور بے نظیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف مکّہ کے لئے رسول بنایا گیا بلکہ اس کے اطراف کی تمام بستیوں کے لئے رسول بنایا گیا۔

رسالت کبریٰ کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي .... كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَىٰ قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدًا جزء اول ص۱۱۹)

مجھے پانچ ایسی چیزیں عطاء کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں .... ہر نبی اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالتِ کبریٰ عطاء کی گئی ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ .... اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد جزء اوّل ص۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے (تمام) انبیاء پر چھ باتوں کی فضیلت دی گئی ہے .... میں تمام خلقت کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔

یہی چیز قرآن مجید میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سبا - ۲۸)

اور (اے رسول) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

⑥ رحمتِ کبریٰ وعظمیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیآء - ۱۰۷)

اور (اے رسول) ہم نے آپ کو تمام (اقوام) عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں لفظ "رحمت" آیا ہے جس کے معنی بھی بہت وسیع ہیں اس کی وسعت کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ تو "رب العالمین" ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "رحمۃ للعالمین" ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ رحمت کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر یہ صفت محض اہلِ ایمان کے لئے ہی مخصوص ہوتی تو آپ "رحمۃ للعالمین" نہ ہوتے بلکہ "رحمۃ للمؤمنین" ہوتے۔ رحمۃ للعالمین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کافروں کے لئے بھی سراپا رحمت تھے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو کس طرح واضح فرماتا ہے :-

فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰتٍ (فاطر - ۸)

بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو (اے رسول) ان پر افسوس کرتے کرتے کہیں آپ کی جان پر نہ بن جائے۔

آیت مذکورہ میں "فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ" کے الفاظ اس حقیقت کی بیّن دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی گمراہی بڑی شاق گذرتی تھی۔

کفار کو دنیا کے مال و متاع نے غافل کر دیا تھا وہ محض دنیا کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے لیکن آپ برابر ان کو دعوتِ اسلام دیتے اور شدت سے یہ چاہتے تھے کہ کفار بھی ایمان لائیں اور جہنم میں جلنے سے بچ جائیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکہف - ۶)

(اے رسول) اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے تو کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیں گے (آپ کو رنج کرنے کی ضرورت نہیں)۔

اللہ تعالیٰ بار بار آپ کو تسلّی دے رہا ہے کہ ہدایت دینا یا نہ دینا تو ہمارا کام ہے آپ تو فقط "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ" نازل شدہ شریعت کی تبلیغ کیجئے۔ اگر کافر ہدایت پر نہیں آتے تو آپ ان کے غم میں خود کو گھلا گھلا کر ہلاکت میں نہ ڈالئے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ .... وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۲۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں .... اور میں نبی التوبہ و نبی رحمت ہوں۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے :-

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النہی عن لعن الدواب وغیرھا جزء ۲ صـ۴۳۵)

لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول مشرکین کے لئے بدعاء کیجئے آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا (بلکہ) میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کفار کی ایذاء رسانیوں کے کئی تکلیف دہ مرحلے آئے جو تاریخ اسلام کا ایک حصہ ہیں۔

طائف کے واقعہ ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے جو آپ کی زندگی کا ایک سخت ترین اور انتہائی صبر آزما واقعہ تھا لیکن یہ آپ کی رحمت ہی کا تقاضا تھا کہ آپ نے اہل طائف کو عذاب

سے نیست و نابود کرنا نہیں چاہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ فرماتی ہیں :۔

اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ وَ كَانَ اَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلٰى بْنِ عَبْدِ يَا لِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَ اَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَ اَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَ قَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن کوئی آپ پر گذرا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ اٹھائی ہیں (لیکن) سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر عقبہ کا دن گذرا ہے جس دن میں ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا اس نے مجھے وہ جواب نہیں دیا جو میں چاہتا تھا۔ میں رنجیدہ ہو کر وہاں سے روانہ ہوا جب میں قرن ثعالب پہنچا تو ذرا ہوش آیا میں نے اوپر سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جبریل ہیں انہوں نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے اللہ نے وہ بات سن لی جو آپ کی قوم نے آپ سے کہی یعنی جو جواب انہوں نے دیا وہ سن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ ان کے سلسلہ میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اتنے میں اس فرشتہ نے مجھے آواز دی اور سلام کیا۔ اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ جو کہیں میں کروں گا۔ اگر آپ کہیں تو میں ان پر اخشبین نامی پہاڑوں کو ملا دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ اکیلے

بِهٖ شَيْئًا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین والملئکۃ فی السماء آمین جزء ۲ ص ۱۳۹ وصحیح مسلم کتاب الجہاد جزء ۲ ص ۱۰۹)

کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے۔

یہ آپ کی رحمت ہی کا تقاضا تھا کہ آپ نے اس قوم کو تباہ کرنا نہیں چاہا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں :-

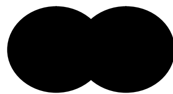
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (حاکم کتاب الایمان جزء اول ص ۳۵ سندہ صحیح (تلخیص الذہبی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اے لوگو، میں تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تحفہ میں دی گئی رحمت ہوں۔

بتایئے کیا تحفہ میں کوئی معمولی چیز دی جاتی ہے، ہرگز نہیں۔ تحفہ میں ہمیشہ کوئی غیر معمولی، نفیس وعمدہ اور نادر چیز دی جاتی ہے جو دینے والے کو عزیز ومحبوب ہو اور جب دینے والا اللہ تعالیٰ ہو تو وہ چیز نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں اس کی قدر وقیمت بے حد وحساب ہونی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی لوگوں کے لئے ایک بے مثل وگرانقدر تحفہ ہے اور ایک ایسا تحفہ جو اللہ تعالیٰ کو بھی بے حد محبوب ہے۔

ہمیں اس عظیم تحفہ (نعمت عظمیٰ) کی خاطر خواہ قدر کرنی چاہیئے اور تحفہ کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی کامل پیروی کی جائے۔



بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ

وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے،
عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بے شک میں مسلمین میں سے ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

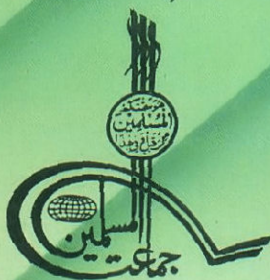
عظمتِ رسُول

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

قسط (۲)

تقریر :- جناب مسعُود احمد

امیر جماعت المسلمینؔ



جماعت المُسلمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عظمتِ رسُول (صلّی اللہ علیہ وسلم)

(۲)

عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کی یہ دوسری تقریر ہے۔
قبل ازیں جو عنوانات آپ کے سامنے پیش کئے گئے وہ درج ذیل ہیں۔
(۱) نعمتِ عظمٰی (۲) خُلقِ عظیم (۳) رسالتِ کبرٰی (۴) شفاعتِ کبرٰی۔
پانچواں عنوان تھا: "رحمتِ عظمٰی" اس عنوان پر مضمون ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ وقت ختم ہوگیا۔ اب جس مقام پر یہ سلسلہ ختم ہوا تھا وہیں سے شروع کیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ جو وصف کسی ایک شخص میں پایا جائے اور اس وصف کی مثال دنیا بھر میں کہیں بھی نہ ملے تو یہی چیز اس شخص کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

میں اپنی تقریر میں اس ہستی کی بات کر رہا ہوں جو کسی ایک صفت میں منفرد و بے مثال نہیں بلکہ لاتعداد صفات میں منفرد اور بے مثال ہے۔ ایسی شخصیت نہ آج تک پیدا ہوئی اور نہ آئندہ پیدا ہوگی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف حمیدہ تھے ان میں سے ہر ایک وصف ایسا عظیم الشان ہے جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے اور جب یہ ارشاد مبارک ہمارے سامنے آتا ہے کہ

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ ..... مجھے انبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر چھ باتوں کی فضیلت دی گئی ہے۔
(صحیح مسلم کتاب المساجد جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

تو اس کا صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ وصف نہیں دیئے گئے تو پھر کسی کو بھی نہیں دیئے گئے۔

(۵) رحمتِ عظمٰی

الغرض "رحمتِ عظمٰی" کے عنوان کے تحت جو آخری حدیث پیش کی گئی وہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ مشرکین کے لئے بد دعاء کیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مجھے اللہ نے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں

رَحْمَةً (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النہی عن لعن الدواب جزء ۲ صـ۴۳۵) بھیجا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لعنت کرنا بددعاء کی ایک قسم ہے اور یہ لفظ رحمت سے دور کرنے کے معنی میں آتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمت تھے، آپ کی بعثت تو باعثِ رحمت تھی لہٰذا آپ لعنت یعنی رحمت سے دوری کے لئے بددعاء کیسے کر سکتے تھے؟

طائف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچائی گئی۔ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اس نے عرض کیا۔

اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ ۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین نامی پہاڑوں کو ان پر رکھ دوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذ قال احدکم امین جزء ۴ صـ۱۳۹ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین جزء ۲ صـ۱۰۴) نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کریگا جو اللہ اکیلے کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ رحمت بنی نوع انسان کے ہر مسلم و غیر مسلم حتیٰ کہ بدترین دشمن کے لئے بھی عام تھا۔

کفار جو آپ کے بدترین دشمن تھے آپ ہی کی رحمت کے باعث اللہ تعالےٰ کے سخت و ہولناک عذاب سے بچا لئے گئے۔

آپ کی رحمت کا اثر محض کافروں پر ہی نہیں تھا بلکہ آپ کی رحمت کا اثر جن چیزوں پر تھا ان میں جانور بھی تھے مثلاً

۱) کتے کو پانی پلانے والا جنت میں جا رہا ہے (صحیح بخاری کتاب الادب رحمۃ الناس والبہائم جزء ۸ صـ۱۱)

۲) بلی کو باندھ کر بھوکا مارنے والی دوزخ میں جا رہی ہے (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم تعذیب الہرۃ جزء ۲ صـ۴۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ ہر ترجگر کے ساتھ بھلائی کرنا ثواب ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الادب جزء ۷ صفحہ ۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمت کی عظمت ایسی بحرِ بے کنار تھی کہ غیر مسلم ادباء اور فضلاء بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے :

(۱) بی اسمتھ اپنی تصنیف "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اینڈ محمدان زم" (MOHAMMAD AND MOHAMMADANISM) میں لکھتے ہیں :۔

جب مسلمین نے یروشلم فتح کیا تو وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کے لئے فضل و رحمت بن کر آئے ہیں۔

اس کے بعد کی جنگوں میں بھی مسلمین نے اپنے مخالفوں کے مقابلے میں زیادہ انصاف اور رحمدلی کا ثبوت دیکر مفتوحین پر ظلم وستم روا رکھنا گوارا نہیں کیا۔

اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ تعلیمات محمدی کی روح جاری وساری ہے، مؤثر و ابدی ہے ("ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا" مؤلفہ ستار طاہر ص ۷۲)

عیسائی جب فتوحات حاصل کرتے تھے تو مفتوحین پر بڑا ظلم وستم کیا کرتے تھے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے بی اسمتھ دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ

مسلمین جب کسی علاقہ کو فتح کرتے تھے تو کسی پر ظلم وستم نہیں کرتے تھے اس کی اصل وجہ وہ مؤثر تعلیم تھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے کر گئے تھے اور یہ تعلیم اتنی ابدی و مؤثر ہے کہ قیامت تک باقی رہے گی۔

(۲) ڈی، ایس، مارگولیوتھ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

"جہاں تک رحم اور ہمدردی کا تعلق ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے مثل تھے ...... آپ کی رحمت اور انسانیت بے کنار تھی۔" (MOHAMMAD AND THE RISE OF ISLAM, 1930) ("ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا" مؤلفہ ستار طاہر ص ۱۰۶)

(۳) لین پول اپنی کتاب (STUDIES IN MOSQUE, 1930) میں لکھتے ہیں :۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس دن اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور جوان کی عظیم تر فتح تھی ...... آپ نے مکہ کے لوگوں کو عام معافی دے دی. یہ وہی لوگ تھے جن کے ناقابل بیان مظالم اور اذیتوں کا آپ برسوں نشانہ بنے رہے تھے۔

انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے دنیا کا کوئی فاتح اس طرح اپنے مفتوحہ شہر

میں داخل نہیں ہوا۔

لین پول مزید لکھتے ہیں :۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سراپا رحم اور انسانیت تھے۔ (ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا[119])

میں نے صرف تین مثالیں پیش کی ہیں جبکہ اس باب میں بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جو سنجیدہ غیر مسلم لوگوں نے بغیر کسی تعصب کے بڑی فراخ دلی سے پیش کی ہیں۔

بہر حال یہ غیروں کے قلم سے نکلا ہوا اعتراف ہے اور اس قسم کا اعتراف وہی کر سکتا ہے جسے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تعلیمات پر عبور اور ان کے مطالعہ پر گہری نظر ہو۔

میں یہ بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر غیر یہ اعتراف کریں کہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے مثل تھے، آپ کی رحمت اور انسانیت بحر بے کنار تھی۔ (ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ) یا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سراپا رحم اور انسانیت تھے (لین پول) تو یہ الفاظ محض خراجِ عقیدت یا لفاظی نہیں بلکہ ایسی روشن حقیقتیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے صحیح معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کرنے میں قدر شناسی کا حق ادا کر دیا ہے۔

بلاشک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رکھتے اور ایسا سمندر جس کا کوئی کنارہ نہیں اور یہی چیز آپ کی عظمت کی کھلی دلیل ہے۔

(۶) اتباع

اتباع کے معنی پیروی کے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تو کم و بیش سب ہی مسلم کرتے ہیں لہٰذا آپ سوچتے ہوں گے کہ اس عنوان میں ایسی کیا خاص بات ہے جس کا تذکرہ کیا جائے۔ یہ خاص بات کیا ہے؟ اس کی مختصر سی وضاحت ملاحظہ فرمائیے :۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف۔ ۱۵۸) — رسول کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی میں دراصل وہ خاص اور اہم چیز ہے جس میں ہدایت کا راز مضمر ہے۔ اس کے بغیر ہدایت نہیں ملے گی

اور جب ہدایت ہی نہ ملے تو نجات ناممکن ہے۔

ذرا سوچیئے کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتنی اہم اور خاص چیز ہے کہ آپ کی پیروی نہ کرنے سے نہ فلاح ملے گی نہ نجات بلکہ بھیانک نتائج برآمد ہونے یقینی ہیں۔

کیا روئے زمین پر آپ کے علاوہ کوئی اور ایسی ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی ابدی سند ملی ہو؟

اس سلسلہ میں عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ

"ترکِ سنّت گناہ نہیں۔"

یعنی سنّت چھوڑ دو، کوئی حرج نہیں لیکن وہ غور نہیں کرتے کہ جس کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم دے وہ کام کرنا فرض ہوتا ہے۔

پھر کسی انسان کو یہ اختیار ہی کب رہتا ہے کہ وہ اسے کرے یا نہ کرے؟

"ترکِ سنّت گناہ نہیں" کا نظریہ اس قدر قبیح ہے کہ جس کی قباحت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ یہی وہ نظریہ ہے جس کی بنیاد پر سنّتوں کا استخفاف علانیہ کیا جا رہا ہے۔

بہر حال آپ لوگوں کی روش پر نہ جایئے۔ یہ مذاہب کی موشگافیاں ہیں اسلام نہیں۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اسلام کا ذرہ برابر بھی پاس ہوتا تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ "سنّت ہی تو ہے کر لو تو اچھا ہے نہ کرو تو کوئی گناہ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ تو واضح طور پر حکم دے رہا ہے کہ

"رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرو گے تو ہدایت ملے گی۔"

اس سلسلہ میں ایک اور چیز بھی غور طلب ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی کا حکم نہیں دیا بلکہ وہ اس بات کی جانچ بھی کرتا رہتا ہے کہ اس حکم کے بعد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں یا نہیں۔

غور فرمایئے اللہ تعالیٰ کس طرح جانچ کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ

(البقرہ - ۱۴۳)

اور (اے رسول) جس قبلہ کی طرف آپ اب تک منہ کرتے رہے ہیں اس کو تو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ معلوم کریں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے قدموں (کفر کی طرف) واپس چلا جاتا ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جانچ کرنے کے لئے ایسا

قبلہ مقرر کر رہا ہے جو اہل مکہ کے لئے ناپسندیدہ ہے لیکن ان کا بغیر چوں وچرا بیت المقدس کی طرف منہ کر لینا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ صحیح معنی میں اسلام لائے تھے اور صحیح معنی میں متبعِ رسول تھے۔

الغرض اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جانچ اس لئے کرتا ہے کہ وہ عملاً یہ معلوم کرے کہ کون مسلم ہے اور کون اسلام سے روگردانی کرتا ہے۔

ایک آزمائش تو یہ ہوئی دوسری آزمائش تحویل قبلہ سے کی گئی۔

جن لوگوں کے دل میں کجی تھی انہیں تحویل قبلہ کے بارے میں یہ اعتراض کرنے کا موقع مل گیا کہ

یہ کیسے رسول ہیں؟ پہلے تو یہ فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرو، اب یہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام کی طرف منہ کرو، کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں کیا فرماتا ہے :-

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا (البقرہ - ۱۴۳)

(اے رسول) عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمین جس قبلہ کی طرف اب تک منہ کرتے رہے تھے اب کیوں اس سے منہ موڑ لیا۔

آزمائشیں پہلے لوگوں پر بھی آئیں، اب بھی آتی ہیں اور قیامت تک آتی رہیں گی۔ آزمائش کے بعد کسی کا الٹے قدموں واپس چلا جانا اللہ تعالیٰ کو ناگوار نہیں گذرتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ جن لوگوں نے برائے نام اسلام قبول کیا ہے وہ نکل جائیں اور جو صحیح معنوں میں اسلام لائے ہیں وہی باقی رہیں۔

غرض یہ کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنی اہم چیز ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ لوگوں کا امتحان لیتا رہتا ہے۔

اسی طرح تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الاعراف - ۱۵۶ و ۱۵۷)

میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ رحمت میں ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے یعنی ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو رسول نبی

امی کی پیروی کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کو جن لوگوں کے لئے خاص کر دیا انکی خصوصیات یہ ہیں :۔

(۱) تقویٰ شعاری (۲) ادائیگی زکوٰۃ اور (۳) اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تقویٰ، ادائیگی زکوٰۃ اور ایمان ان سب کو دو لفظوں میں سمو دیا یعنی "اتباعِ رسول" جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ (یعنی) جو لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کریں گے۔ (اعراف - ۱۵۷)

ان ہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت مخصوص ہوگی۔

معلوم ہوا کہ مؤمن اور متقی لوگوں کی علامت ونشانی ہی یہ ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو وسیع رحمت کے حقدار ہیں۔

بدقسمتی سے جو لوگ اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محروم ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے بھی محروم ہیں۔

متقی اور مؤمن ہی دراصل اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ (یونس - ۶۲ و ۶۳)

خبردار (ہوجاؤ) اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا، یعنی ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور متقی رہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ اہلِ ایمان جو تقویٰ شعار ہوتے ہیں وہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور جو اللہ کے ولی ہوتے ہیں انہیں میدانِ محشر میں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیت سے ولیوں کی پہچان بھی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے ولی وہی ہوتے ہیں جو مؤمن اور متقی ہوتے ہیں۔

سورۂ اعراف کی مذکورہ آیت ۱۵۷ سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمن اور متقی وہی ہوتے ہیں جو سنّت کی اتباع کرتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ ولی وہ ہوتے ہیں جو سنت کی اتباع کرتے ہیں۔ بغیر اتباعِ سنّت کے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں بن سکتا۔

اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ولایت ملتی ہے اور ولایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے شرط ہی یہی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
(آل عمران ـ ۳۱)

(اے رسول) کہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت (کا دعویٰ) کرتے ہو تو میری اتباع کرو، (پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا۔

معلوم ہوا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی وہ ہستی ہیں جن کی اتباع سے محبوبیت ملتی ہے اور محبوبیت ہی دراصل ولایت ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی سندیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو یہی چیز تو عظمت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝
(الاحزاب ـ ۲۱)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن سے ڈرتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اور قیامت سے ڈرتے ہیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

کثرتِ اذکار کے سلسلہ میں بڑی افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ بہت ریاضتیں اور مشقتیں کرتے ہیں، سخت تھکا دینے والی عبادتیں کرتے ہیں۔

بعض لوگ دریا میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور کیفیت یہ ہوتی ہے کہ آدھا دھڑ دریا میں اور آدھا دھڑ باہر اور گھنٹوں اسی طرح مشغولِ عبادت رہتے ہیں۔

بعض لوگوں کے متعلق یہ بھی سنا گیا ہے کہ رات کے وقت ایسی عبادت کرتے ہیں کہ ان کے اعضاء الگ الگ ہو جاتے ہیں اور ہر عضو سے اللہ اکبر کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔

غرض یہ کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، ذکر تو کرتے ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ اور نمونے کے مطابق ذکر نہیں کرتے لہٰذا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

تقویٰ کی انتہائی بلندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع میں مضمر ہے۔ اس سے اوپر نکل جانے کی کوشش بے دینی کی علامت ہے۔

غرض یہ کہ اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا

جاسکتا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا عالم دیکھئے کہ آپ کی نقل کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے کتنی بڑی فضیلت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پھر سنیئے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۔ ۳۱)

(اے رسول آپ) کہہ دیجئے اگر تمہیں اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو (پھر) اللہ تم سے محبت کریگا۔

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں چند دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ ایک غیر مسلم کس طرح خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔

ڈی، جی، ہوگرتھ لکھتے ہیں :۔

"ان کی روزمرہ کی زندگی نے ایک ضابطہ بنا دیا ہے جس کی بنیاد پر ہر بڑی چھوٹی بات کی لاکھوں آدمی آج تک ہوشمندانہ حافظہ کے ساتھ پیروی کرتے ہیں۔ کوئی آدمی ایسا نہیں گذرا جس کو بنی آدم کے کسی طبقے نے کامل انسان قرار دیا ہو پھر اُس کی اتنی باریکی کے ساتھ پیروی کی گئی ہو۔"

(A HISTORY OF ARABIA BEFORE 1922 .P. 52 BY D.G. HOGARTH)

ہوگرتھ نے کتنی فراخ دلی سے حقیقت کا اعتراف کیا ہے ؟

بلاشک وشبہ آج تک جس قدر بھی رہنما پیدا ہوئے ان کی اس قدر پیروی نہیں کی گئی جس قدر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی گئی اور یہ چیز بے مثل ہے اور یہ عظمت کی دلیل ہے۔

(۷) اطاعت

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے :۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء ۔ ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت کو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اطاعت میں سمودیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور ۵۴) اگر تم رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت یاب ہوجاؤ گے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جن کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے یعنی ہدایت کے حصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہے ورنہ ہدایت نہیں ملے گی۔

معلوم ہوا کہ ہدایت کے حصول کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو صرف ایک اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی اطاعت۔ یہ وہ سند ہے جو کسی اور کو نہیں ملی یہی نہیں بلکہ کاملیت اور بے مثلیت کے اَن مٹ نقوش کا ایک لامتنا ہی سلسلہ ہے، یہاں ایک ایک صفت بے مثل، کامل، یگانہ اور منفرد ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح بخاری کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے :۔

فرشتے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ ان فرشتوں کی باتوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور بیان فرمایا :۔

(جَاءَتْ مَلٰئِكَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ..... فَقَالُوْا فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۹ صفحہ ۱۱۵)

فرشتوں نے کہا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے (دراصل) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے (دراصل) اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم کرتا ہے اور آپ کی بتائی ہوئی ہدایت و احکام پر چلتا ہے وہ شخص جنت میں جانے کا مستحق ہوگا بصورت دیگر ہرگز نہیں۔

خط کشیدہ عبارت سے یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ فرق کرنے سے کیا مراد ہے؟

یاد رکھئے ہدایت کے حصول کے لئے دو چیزیں شرط ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری۔

(۲) اسوۂ حسنہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی۔ (یہ اتباع کے عنوان کے تحت پہلے لکھا جا چکا ہے)۔

کسی انسان کی زندگی میں اگر یہ دو چیزیں شامل نہیں تو وہ ہدایت سے محروم رہے گا گویا مؤمن اور کافر میں فرق کر دینے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ فقط اطاعت اور اتباعِ رسول ہے۔

جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنتیوں اور دوزخیوں میں فرق کرنے والے ہیں۔ اسی طرح کفر و ایمان میں فرق کر دینے والی اگر کوئی کسوٹی ہے تو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

یہ چیز پھر بے مثل ہے کسی اور کو یہ عظمت حاصل نہیں۔

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ مَنْ يَّاْبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى (صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۹ صـ۱۱۴)

میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کر دیا۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول، انکار کون کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ کفارِ مکہ کی طرف سے سفیر بن کر آتا ہے اور اطاعت و تعظیم کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والہانہ طرزِ عمل کا بغور مشاہدہ کرتا ہے اور پھر جب واپس کفارِ مکہ کی طرف لوٹتا ہے تو وہ کہتا ہے:۔

أَيْ قَوْمِ وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى

اے میری قوم، اللہ کی قسم میں بادشاہوں

اَلْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ وَ کِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .... اِذَا اَمَرَھُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَ اِذَا تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ (صحیح بخاری کتاب الصلح باب الشروط فی الجہاد جزء ۳ ص ۲۵۴)

کے دربار میں گیا ہوں. قیصر، کسریٰ اور نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کی کرتے ہیں ...... اللہ کی قسم جب وہ اپنے اصحاب کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہیں، جب وہ وضوء کرتے ہیں تو لوگ وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لئے جھگڑتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔

الغرض جتنی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی اور کی جا رہی ہے اتنی اطاعت کسی کی نہیں کی گئی اور یہ عظمت ہی تو ہے۔

(۸) ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (الم نشرح - ۴)

(اے رسول) ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

آیتِ مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی پسند ہے اسی لئے اس نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

ذکر کی بلندی کی فضیلت تو آگے آرہی ہے پہلے خاطر کیا چیز ہے اسے ملاحظہ فرمایئے۔

تحویلِ قبلہ دین کی تکمیل کے سلسلہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس تبدیلی کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کی خواہش کا لحاظ بھی کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
(بقرہ - ۱۴۴)

(اے رسول) ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بار بار اپنا چہرہ آسمان کی طرف کرتے ہیں ہم ضرور آپ کا چہرہ اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے جس قبلہ کی طرف منہ کرنا آپ کو پسند ہے۔

آپ نے غور کیا کہ یہ خاطر کیا چیز ہے ؟ یہ کتنی عظیم فضیلت ہے کہ محبوب کی خواہش کا نہ صرف احترام کیا جا رہا ہے بلکہ اس کی خواہش کو پورا بھی کیا جا رہا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قبلہ کا رخ بدلا جا رہا ہے۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اللہ تعالٰے ان کے ذکر کو کس طرح بلند کر رہا ہے ؟

ع وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

مؤذن اذان میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہتا ہے۔ یہ کلمہ ہر اذان میں دو مرتبہ دوہرایا جاتا ہے۔ اس طرح پانچوں اذانوں میں یہ کلمہ دس مرتبہ دوہرایا جاتا ہے۔

اگر دنیا میں ایک لاکھ مسجدیں تسلیم کر لی جائیں (حالانکہ یہ تعداد بہت کم ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک دن میں دس لاکھ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مسجدوں اور فضاؤں میں صبح و شام گونجتا ہے اور ان اعداد و شمار میں اگر اقامت کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ اسم مبارک دن میں بیس لاکھ مرتبہ مسجدوں اور فضاؤں میں گونجتا ہے۔

پانچوں اوقات کی نمازوں میں کم از کم ساٹھ مرتبہ آپ کا اسم گرامی آتا ہے اور نمازیوں کی تعداد اگر کم سے کم ایک کروڑ مان لی جائے (یعنی دنیا کی کلمہ گو آبادی کا ایک فی صد) تو نمازی پنج وقتہ نمازوں میں ساٹھ کروڑ مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک زبان پر لاتے ہیں۔ غور فرمایا آپ نے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کی کیسی حسین تعبیر سامنے آرہی ہے ؟

غور کیجئے کہ کیا اس رفعت کا احصاء ہمارے لئے ممکن ہے۔

۱۔ حدیث کی تدریس کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکرار کتنی بار ہوتی ہے ؟
۲۔ درس کے مواقع پر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکرار کتنی بار ہوتی ہے ؟
۳۔ خطبات و تقاریر میں آپ کا اسم مبارک کتنی بار آتا ہے ؟

۴۔ اذان کے جواب میں اور

۵۔ دوسرے اذکار میں کتنی مرتبہ نام نامی اسم گرامی لیا جاتا ہے؟

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اسم گرامی کی تکرار کروڑوں سے اربوں تک پہنچ جاتی ہے جبکہ ان اعداد و شمار میں نفل نمازیں شامل نہیں۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ایسی ہستی ہے جس کا ذکر جمیل اس کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہو؟

کہنے کو تو یہ ضرور کہا جاتا ہے "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" میں تم جیسا ایک بشر ہوں یعنی انسان ہوں لیکن "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ اِنْسَانٌ" حقیقت یہ ہے کہ ان کی مثل کوئی انسان نہیں۔

دو ہاتھ، دو پیر، دو آنکھیں، دو کان اس لحاظ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم جیسے ہی انسان تھے لیکن صفات، فضائل اور جسم اطہر کی معجزاتی کیفیت کے لحاظ سے ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب ترین ہستی کو جو صفات کاملہ عطاء فرمائی ہیں ان صفات میں آپ کا اور عام انسانوں کا کیا مقابلہ؟ سمندر اور قطرہ کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

غرض یہ کہ ذکر کی رفعت کے معاملہ میں بھی آپ ہر لحاظ سے بے مثل ہیں۔

فرشتوں کی دعاؤں میں آپ کا ذکر بے حد و حساب ہوتا ہے جس کا شمار ہمارے لئے ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (احزاب ۔ ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو تم بھی نبی پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کرو۔

کیا کوئی اس ایک صفت کا احاطہ کر سکتا ہے؟

محبوبیت کا عالم دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ خود بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ بھیجتا ہے، اس کے بے شمار فرشتے بھی صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کرو۔

بہر حال یہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی ایک مختصر سی تفسیر ہے جس سے اندازہ

ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اس طرح بلند کیا کہ ایک دن میں اربوں بلکہ کھربوں مرتبہ آپ کا نام مبارک لیا جاتا ہے۔
بلاشبہ یہ ایسی عظمت ہے جس کی نظیر ملنی ناممکن ہے۔

۹ ختمِ نبوّت

عموماً جب کسی شخص کو بلند مرتبہ دیا جاتا ہے تو اس کی بنیاد پر بطور اعزاز اُسے کچھ القابات سے نوازا جاتا ہے مثلاً کسی بلند پایہ محدّث کو جو اپنے فن میں ماہر ہو اُسے خاتم المحدثین کہہ دیا جاتا ہے یا اگر کوئی قادر الکلام شاعر ہو تو اسے خاتم الشعراء کہہ دیا جاتا ہے۔

غرض یہ کہ اس قسم کا تعریفی اعزاز لوگ ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں لیکن جب اللہ تبارک وتعالےٰ نبیٔ برحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" کا لقب دے تو ذرا سوچیئے کہ یہ لقب کتنی بڑی عظمت کی دلیل ہوگا۔

انسان کیونکہ عالم الغیب نہیں ہوتے لہٰذا انسانوں کے عطاء کردہ القابات سے اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ خاتم المحدثین یا خاتم الشعراء کے بعد کوئی اور اس سے بھی بڑھ کر محدّث یا شاعر پیدا ہو جائے اور ایسا ہوتا رہتا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا لیکن اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اب کوئی نبی بنایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب - ۴۰)	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں۔

اگر آپ کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رہتا اور نبی یا رسول آتے رہتے تو بہت ممکن تھا کہ کلمہ میں آپ کا نام نہ رہتا اور نئے آنے والے نبی یا رسول کا نام آپ کے نام کی جگہ لے لیتا۔ ایسی صورت میں ممکن تھا آپ کا اسم گرامی پردۂ خفاء میں چلا جاتا جیسا کہ ہزاروں نبیوں کے نام پردۂ خفاء میں ہیں۔ ہم ان کے حالات سے کیا واقف ہوں گے جبکہ ہمیں ان کے ناموں تک کا علم نہیں۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے نبوت کا خاتمہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم

مبارک کو قیامت تک کے لئے زندہ وتابندہ کر دیا۔

یہ چیز پھر بے مثل ہے اور یہ عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ختم نبوت کے سلسلہ میں مزید دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

إِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنَىٰ بُيُوْتًا (وَفِيْ رِوَايَةٍ بُنْيَانًا وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيْ دَارًا) فَأَحْسَنَهَا وَأَجْمَلَهَا وَأَكْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ .... فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صفحہ ۲۲۶ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین جزء ۲ صفحہ ۳۱۵ واللفظ لمسلم)

میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا تو اس کو حسین بنایا، اس کو جمیل بنایا اور پھر اس کو کامل بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی .... وہ اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات جزء ۹ صفحہ ۴۰)

نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔ (صحابہؓ نے) عرض کیا : مبشرات کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ قَالَ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ

رسالت اور نبوۃ دونوں منقطع ہو گئیں لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول بنے گا اور نہ نبی۔ یہ بات لوگوں پر گراں گزری۔ آپ نے فرمایا : لیکن مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ

اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ (رواہ الترمذی فی ابواب الرؤیاء باب ذھب النبوۃ ولبقیت المبشراۃ ۲/۱۲۹) — نے فرمایا: مسلم کا خواب اور یہ نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلم کا اچھا اور نیک خواب نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت کے ۴۶ اجزاء ہیں ان ۴۶ اجزاء میں سے ایک جزء نیک خواب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّةِ — نیک خواب نبوّت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزأ من النبوۃ۔ جزء ۹ ص ۳۹ وصحیح مسلم کتاب الرؤیا جزء ۲ ص ۳۰۶)

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جزء کو کل نہیں کہہ سکتے لہٰذا اگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسی کو نیک خواب دکھلائے جائیں تو اسے نبی نہیں کہہ سکتے کیونکہ نبی تو وہ ہوگا جس کو پورے چھیالیس اجزاء دیئے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ جزء ۱ ص ۲۱۳) — میرے ذریعہ نبی ختم کر دیئے گئے۔

جب نبی ختم کر دیئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

.... فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ — میں آخری نبی ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکہ والمدینہ جزء اوّل ص ۵۸۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :-

كَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا۔ لوگ ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف بنائے

صُفُوْفٌ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَهٗ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود جزء اوّل ص ۱۹۹)

ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا : اے لوگو، اب نبوّت کی بشارتوں میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے نیک خواب کے جسے کوئی مسلم خود دیکھے یا اس کے لئے (کسی اور کو) دکھایا جائے۔

ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ

۱ ــــ رسالت اور نبوّت دونوں منقطع ہوگئیں، اب نہ کوئی رسول بنایا جائے گا اور نہ نبی یعنی رسالت اور نبوت جن کو ملنی تھی مل گئی اب نہ کسی کو رسالت مل سکتی ہے اور نہ نبوّت۔

۲ ــــ نبوّت کے ۴۶ اجزاء ہیں۔

۳ ــــ نبوّت کے اجزاء میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مسلم کے نیک خواب کے۔

۴ ــــ نیک خواب نبوّت کے ۴۶ اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۵ ــــ نبی وہ ہوتا ہے جس کو نبوّت کے پورے ۴۶ اجزاء دئے جائیں۔

۶ ــــ جزء کل نہیں ہوتا لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں کے بعد نبوّت کا دعویٰ باطل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔

(۱۰) شجاعت

یہ عنوان اپنی اہمیت کے اعتبار سے حیرت انگیز بھی ہے اور عجیب و غریب بھی۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف تبلیغ کرتے تھے مرد میدان نہیں تھے۔

اس تصور یا خیال کے پس پردہ جو محرکات ہیں وہ الگ موضوع ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ ایسے بہادر نڈر سپہ سالار اعظم جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے اس کے عسکری کارناموں پر ہمارے اپنوں نے دبیز پردے ڈال دئے اور یہ چیز بڑی عجیب و غریب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب اذا فزعوا باللیل جزء ۴ صفحہ ۸ وصحیح مسلم کتاب الجهاد باب فی شجاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۳۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔

غور فرمائیے یہ گواہی وہ صحابی دے رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اور خادم خاص تھے۔

ان ہی کی زبانی ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے اور غور کیجئے کہ ان کی مذکورہ بالا گواہی میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے میں کتنی صداقت ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

قَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ سَمِعُوْا صَوْتًا فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَقَدْ سَبَقَهُمْ اِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ فِيْ عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب اذا فزعوا باللیل جزء ۴ صفحہ ۸ وباب الحمائل جزء ۴ صفحہ ۴۲ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی شجاعۃ النبی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۳۲۱ واللفظ لمسلم)

ایک رات کا ذکر ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بہت خوفناک آواز آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا اس آواز کی طرف روانہ ہو گئے۔ لوگ (گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور سب مل کر) اس آواز کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں۔ آپ لوگوں سے پہلے آواز کی طرف گئے تھے۔ آپ ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو دیکھ کر فرمایا: ڈرو نہیں، ڈرو نہیں (میں دیکھ کر آیا ہوں کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے)۔

شجاعت کی ایسی حیرت انگیز مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟

کیا کسی فوج کا سپہ سالار تن تنہا گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بلا خوف وخطر اپنی جان کی پرواہ کیئے بغیر مردانہ وار یہ دیکھنے کے لئے جا سکتا ہے کہ کسی خوفناک آواز کی حقیقت کیا ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاعت وبہادری کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اگر آپ چاہتے تو کسی صحابی یعنی اپنے کسی جاں نثار کو اس مہم کے لئے روانہ کر سکتے تھے لیکن غور فرمایئے دنیا کے عظیم سپہ سالار کسی کو تکلیف دیئے بغیر بہ نفس نفیس خود تشریف لے گئے خصوصًا ایسی صورت میں کہ جنگِ احزاب کے خطرات سر پر منڈلا رہے تھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے کیونکہ آپ رات کی تاریکی میں تنہا جا رہے ہیں اور صحابہؓ اکٹھے ہو کر جا رہے ہیں۔

جنگ حنین کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔

یہ کتنی بڑی جنگ تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قبیلہ ہوازن کے ساتھ اس جنگ میں غطفان، بنو نصر اور دیگر قبائل بھی شریک تھے۔ یہ سب تیس ہزار کے لگ بھگ تھے اور بڑی تیاریاں کر کے آئے تھے اور ان میں بڑے بڑے تیر انداز تھے ایسے تیر انداز کہ جن کا نشانہ خطاء نہیں کرتا تھا۔

الغرض یہ سب لوگ بڑی تیاری کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے آئے تھے۔ انہوں نے بڑی خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ اس طرح صف بندی کی تھی کہ پہلے گھوڑوں کی صف، پھر پیدل سپاہ کی صف، پھر عورتوں کی صف پھر بکریوں کی صف اور ان سب کے پیچھے اونٹوں کی صف تھی۔

اس کے برعکس مسلمین کی فوج بارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سب سے آگے مکّہ کے نومسلم نوجوان تھے جو دو ہزار کے قریب تھے، ان نوجوانوں کا جذبۂ جہاد اس قدر پُرجوش تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اس بار ہمیں موقعہ دیا جائے کہ ہم پہلی صف میں دشمن کا مقابلہ کریں۔ لہٰذا ان کے جذبۂ شوق کو دیکھتے ہوئے انہیں آگے کر دیا گیا۔

مسلمین نے کفّار پر شدید حملہ کیا، کفّار شکست کھا کر بھاگے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:-

إِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمِ انْكَشَفُوا ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر

فَاَکْبَبْنَا عَلَی الْغَنَائِمِ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم جزء ۵ صفحہ ۱۹۵ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب فی غزوۃ حنین جزء ۲ صفحہ ۹۴)

بھاگ گے۔ ہم مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔

مسلمین کی غفلت کو دیکھ کر کفار نے ان کو تیروں پر رکھ لیا۔ بنو ہوازن اور بنو نصر کی طرف سے تیروں کی ایسی بارش ہوئی جیسے ٹڈی دل آسمان پر چھا جائے۔ وہ نومسلمین جو پہلی صف میں تھے ان کے پیر اکھڑ گئے نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمین کے گھوڑوں نے اس تیزی سے منہ موڑا کہ سوار اپنے گھوڑوں کی پشت پر ٹھہر نہ سکے۔

اس ناگہانی افراتفری میں دس ہزار صحابہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ بھی نومسلموں کے ریلے کی وجہ سے جم نہ سکے اور اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تنہا رہ گئے تو مشرکین آپ کی طرف بڑھنے لگے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں :۔

فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُونَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُولُ اَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ، فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدَّ مِنْهُ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من قال خذھا و انا ابن فلاں جزء ۴ صفحہ ۸)

جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ سواری پر سے اتر گئے۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا۔ آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (حضرت براءؓ فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سخت جنگ کی کہ آپ کے مقابلے میں کوئی اور (ایسی جنگ) نہیں کر سکا۔

غور فرمایئے صحابیؓ بیان کر رہے ہیں کہ میدان کارزار کا نقشہ پلٹ جانے کے باوجود آپ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور نہ آپ نے کسی چیز کی پرواہ کی بلکہ تنہا ہی کفار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور اتنی شدید جنگ کی جس کی مثال نہیں ملتی۔

جنگ کی مزید کیفیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :۔

فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ قَالَ عَبَّاسٌ وَاَنَا اٰخِذٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خچر کو کفار کی طرف بڑھنے کے لئے ایڑھ لگائی۔ میں آپ کے خچر کی لگام پکڑے

بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَا تُسْرِعَ وَاَبُوْ سُفْيَانُ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب فی غزوہ حنین جزء ۲ صفحہ ۹۳)

ہوا تھا اور آپ کو کفار کی طرف بڑھنے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا حضرت ابو سفیان بن حارث رکاب پکڑے ہوئے تھے (ہم دونوں آپ کو روک رہے تھے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی فوج کی افراتفری سے ہمت نہیں ہارے بلکہ اپنے اس دعوے کو بھی دہرا رہے تھے جس کی وجہ سے جنگیں پیش آ رہی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینی اور دنیاوی طور پر اپنا تعارف بھی کرا رہے تھے اور انتہائی بہادری کے ساتھ پیش قدمی بھی کر رہے تھے۔

دشمن کے سامنے اپنے دعوے کو دہرانا اور اپنا تعارف کرانا بلاشبہ انتہائی دلیرانہ کارنامہ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

وَهُوَ لَا يَالُوْ مَا اَسْرَعَ نَحْوَ الْمُشْرِكِيْنَ (مصنف عبد الرزاق کتاب المغازی باب وقعہ حنین جزء ۵ صفحہ ۳۷۹ ومسند احمد بلوغ جزء ۲۱ صفحہ ۶۹ وسندہ صحیح)

مشرکین کی طرف بڑھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کمی نہیں کی۔

کسی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

جہاں گرز اژدہاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے
جو سر کو توڑ کے اور مغز سر کو کھا کے پھرتے تھے
جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاڑیں
جہاں اٹھتے تھے نعرے جس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں
وہیں وہ مظہر حق تھا ثبات معجزانہ سے
اسی شان و وقار و شوکت پیغمبرانہ سے

بہرحال جو کچھ بھی ہوا یہ اُس فخر و ناز کا خمیازہ تھا جو بعض مسلمین کو اپنی کثرت تعداد پر ہو گیا تھا۔ اسی فخر کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ایک یقینی فتح کو عارضی شکست میں تبدیل کر دیا تاکہ مسلمین کو یہ سبق دیا جائے کہ وہ اپنی قوت اور مادی وسائل پر بھروسہ نہ کریں اور فتح

ونصرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھیں کیونکہ مادی وسائل اور قوتیں سب اس کی مشیت کے تابع ہیں۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے :۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۝ (توبہ - ۲۵)

اور وہ وقت یاد کرو جب حنین کے دن تم کو اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی اور تم نے پیٹھ پھیر لی۔

قبل ازیں یہ بتایا جا چکا ہے کہ بھاگنے والے وہ نوجوان تھے جو نومسلم تھے اور ان نومسلموں میں کچھ دیہاتی تھے جنہیں کبھی جنگ سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ جب یہ افراتفری سے بھاگے تو پچھلی صف میں بھی کھلبلی مچ گئی لیکن اکابر صحابہ بھاگے نہیں۔

حضرت ابوقتادہؓ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق

كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ اذ اعجبتکم جزء ۵ صفحہ ۱۹۶)

صحابہ کرامؓ نے میدان نہیں چھوڑا بلکہ وہ میدان جنگ ہی میں جولانی کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے میدان نہیں چھوڑا بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس ہی رہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اصحاب سمرہ (یعنی بیعت رضوان کرنے والوں) کو پکارو۔

حضرت عباسؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے انہوں نے بلند آواز سے پکارا اصحابِ سمرہ کہاں ہیں؟ پھر انصار کو آواز دی، پھر بنو حارث بن خزرج کو آواز دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہ نفس نفیس آواز دے رہے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

فَنَادَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَالَ الْمُهَاجِرِينَ يَالَ الْمُهَاجِرِينَ ثُمَّ قَالَ يَالَ الْأَنْصَارِ يَالَ الْأَنْصَارِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من صف اصحابہ جزء ۴ صفحہ ۵۲ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ قلوبہم جزء اول صفحہ ۳۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا اے مہاجرین، اے مہاجرین، اے انصار، اے انصار۔

آواز کا سننا تھا کہ سب اکٹھے ہو گئے جب سب جمع ہو گئے تو از سر نو صف بندی ہوئی اور لڑائی دوبارہ شروع ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے اور آپ اپنی گردن بلند کر کے لڑائی کا منظر دیکھتے اور جائزہ لیتے رہے۔ جنگ کی شدت کی کیفیت دیکھ کر آپ نے فرمایا :۔

"یہ تندور (یعنی لڑائی) کے جوش مارنے کا وقت ہے۔" (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ حنین جزء ۲ صہ ۹۲)

حضرت براء بن عازبؓ (جو اس زمانے میں نوجوان تھے) فرماتے ہیں :۔

كُنَّا وَاللهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَاسُ نَتَّقِي بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِي بِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب فی غزوۃ حنین جزء ۲ صہ ۹۳)

جب لڑائی شدت اختیار کر جاتی تھی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلے جاتے تھے اور آپ کو ڈھال بنا لیا کرتے تھے اور ہم میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوتا تھا۔

یہ گواہیاں اور اعترافِ حقیقت اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہادر ترین انسان تھے جن کی نظیر تاریخ عالم میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

جنگِ احد کے معرکہ کو سامنے رکھیئے اور دیکھئے کہ اس جنگ کی کیفیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کس طرح بیان کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کو کس طرح خراج تحسین پیش کرتے ہیں ؟

لَمَّا انْجَلَى النَّاسُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ نَظَرْتُ فِي الْقَتْلَى فَلَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللهِ فَقُلْتُ وَاللهِ مَا كَانَ لِيَفِرَّ وَمَا أَرَاهُ فِي الْقَتْلَى وَلٰكِنْ أَرَى اللهَ غَضِبَ عَلَيْنَا بِمَا صَنَعْنَا فَرَفَعَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا فِيَّ خَيْرٌ مِنْ أَنْ أُقَاتِلَ حَتّٰى أُقْتَلَ فَكَسَرْتُ جَفْنَ سَيْفِي ثُمَّ حَمَلْتُ

اُحد کے دن جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دور ہو گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈا۔ آپ کو مقتولین میں دیکھا۔ آپ ان میں دکھائی نہیں دیئے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم آپ بھاگیں گے تو کبھی نہیں اور مقتولین میں بھی نظر نہیں آتے۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے اللہ نے اس کی وجہ سے ہم پر غضب نازل کیا ہے اور اپنے نبی کو اوپر اٹھا لیا ہے۔ میرے لئے یہی بہتر

عَلَی الْقَوْمِ فَافْرَجُوْلِیْ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَھُمْ (مسند ابی یعلی جزء اوّل ص۴۱۵ وسندہ حسن)

ہے کہ میں لڑوں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں۔ حضرت علیؓ نے اپنی تلوار کے نیام کو توڑ دیا پھر انہوں نے کفّار پر حملہ کیا تو انہوں نے کشادگی کر دی۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفّار کے درمیان دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

لَقَدْ رَأَیْتُنَا یَوْمَ بَدْرٍ وَنَحْنُ نَلُوْذُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اَقْرَبُنَا اِلَی الْعَدُوِّ وَکَانَ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ بَاْسًا (مسند احمد بلوغ الاواب غزوۃ بدر الکبری باب ماجاء فی اہتمام النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲۱ ص۳۶ سندہٗ صحیح۔ تعلیقات احمد شاکر جزء ۲ ص۶۴)

میں نے بدر کے دن دیکھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آکر آپ کی پناہ لیا کرتے تھے اور آپ دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں سے زیادہ سخت جنگ کی۔

غور فرمائیے یہ خراج تحسین کون پیش کر رہے ہیں؟

یہ خراج تحسین وہ پیش کر رہے ہیں جو صحابہؓ کرام میں بہت بہادر سمجھے جاتے تھے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ

ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجایا کرتے تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ شدید جنگ آپ کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کا ایک اور حیرت انگیز بیان ملاحظہ فرمایئے :۔

کُنَّا اِذَا حَمِیَ الْبَاْسُ وَلَقِیَ الْقَوْمُ الْقَوْمَ اِتَّقَیْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ مِنَّا اَدْنٰی اِلَی الْقَوْمِ مِنْہُ (مستدرک حاکم کتاب قسم الفئی باب الرسل لا تقتل جزء ۲ ص۱۴۳ و سندہ صحیح)

جب بھی کسی جنگ میں لڑائی شدت اختیار کرتی اور دونوں فوجیں گتھم گتھا ہو جاتیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص بھی دشمن کے اتنا قریب نہیں ہوتا تھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ محض جنگِ بدر یا جنگِ حنین کا معاملہ نہیں تھا بلکہ حضرت علیؓ کے بیان کردہ الفاظ "اِذَا حَمِیَ الْبَأْسُ" ثابت کرتے ہیں کہ تمام جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت یکساں تھی۔

کیا یہ حقائق، گواہیاں اور خراج تحسین تمام کے تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مردِ میدان ہونے اور دنیا کے شجاع ترین انسان ہونے کے دلائل نہیں۔ تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دنیا کا کوئی بادشاہ، کوئی جنرل، کوئی فیلڈ مارشل اور کوئی سپہ سالار ایسا نہیں ملے گا جو خود بہ نفس نفیس اگلی صف میں دشمنوں سے برسرِ پیکار و نبرد آزما ہو اور سپاہی اس کے پیچھے اس کی پناہ میں بخیر و عافیت ہوں۔

۱۱۔ اب آیئے اس سلسلہ میں سب سے بڑی گواہی بھی ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ

(آل عمران ۔ ۱۵۳)

(اے ایمان والو، وہ وقت یاد کرو) جب تم پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اور اتنے سراسیمہ تھے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے حالانکہ (اللہ کے) رسول تمہارے پیچھے کھڑے ہوئے تمہیں آواز دے رہے تھے۔

الغرض پیغمبرانہ شان و شوکت کے اعتبار سے بلکہ ہر اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی روشن، درخشاں اور تابناک ہے۔

آپ منصب تبلیغ ہی کیا زندگی کے ہر شعبہ میں منفرد و بے مثل تھے اور یہی انفرادیت اور فقودِ مثلیت آپ کی عظمت کی کھلی دلیل ہے۔

بہرحال اپنے تو اپنے ہی ہوتے ہیں اگر وہ تعریف و توصیف بیان کریں تو کوئی حیرت کی بات نہیں لیکن جب کوئی غیر مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کرتا ہے تو یہ ایک ایسی چیز ہے جو اپنی جگہ بے نظیر ہے۔

۱) آر۔ دی۔ سی بوڈلے لکھتے ہیں :-

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ عظیم سپہ سالار، شجاع اور جنگی مدبر تھے۔ (THE MASSENGER, 1954)

[ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص ۲۲]

۲) ایم۔ ایم واٹ لکھتے ہیں :-

"یہ جنگیں کیوں لڑی گئیں یہ تاریخ کا علیحدہ باب ہے لیکن ان جنگوں کی وجہ سے دنیا کے سب سے قابل احترام اور برگزیدہ نبی سے نفرت کا جواز ڈھونڈنا ...... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمتوں اور خوبیوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے جن کا ہمسر دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہیں بن سکا۔"

(MOHAMMED PROPHET AND STATESMAN.) [ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا صفحہ ۶۷]

۳) اے۔ جی لیونارڈ لکھتے ہیں :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ کون سا ممتاز رویہ تھا جس نے انہیں سب سے منفرد بنا دیا .... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے رفیقوں اور پیروکاروں نے مذہبی سزاؤں کے ذریعہ کسی غیر مسلم کو ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا اور نہ اپنے دین کی سربلندی کے لئے انسانیت کا دامن انسانوں کے خون سے داغدار کیا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہی وہ خاص خوبی ہے جو انہیں دنیا کے تمام برگزیدہ انسانوں میں ممتاز کرتی ہے۔

آپ کی عظمت کا راز بے نفسی، جاں فشانی، سیاسی بصیرت اور دیانت میں مضمر ہے ...... آپ کی تعلیمات رہتی دنیا تک مشعلِ راہ ہیں۔"

(ISLAM, 1909)

(MOHAMMED-ANISM IN RELIGIOUS SYSTEMS OF THE WORLD 1908)

[ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا صفحہ ۳۰ و ۳۱]

۴) ای۔ ڈرمنگھم لکھتے ہیں :۔

"جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کر دکھایا اسے آپ سامنے رکھیں تو ہم ان کی عظیم ترین شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور پاتے ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی قرآنی تعلیمات اور مسلمہ آفاقی سچائیوں کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔" (THE LIFE OF MOHAMMED 1930)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا صفحہ ۵۰)

۵) ای۔ ڈرمنگھم ایک اور جگہ لکھتے ہیں :۔

"ان کی جسمانی اور ذہنی صحت قابل رشک تھی۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی میں چالیس فوجی مہمیں روانہ کیں جن میں ایک اندازے کے مطابق تیس جنگوں میں خود آپ نے حصّہ لیا۔ ہر جنگ میں جس فراست، جس شجاعت اور جنگی حکمت عملی اور مہارت کا ثبوت آپ نے فراہم کیا، کیا وہ کسی ایسے شخص کے لئے ممکن ہو سکتا ہے جو کسی بھی نوع کی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو۔" (ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا، مؤلفہ: ستار طاہر ص۵۳)

اس سلسلہ میں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا نقشہ سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا کہ ۹ سال کے عرصہ میں تقریباً سو کے قریب جنگیں لڑی گئیں جن میں سے ۱۹ لڑائیوں میں آپ خود بہ نفس نفیس شریک تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کتنی مصروف تھی!

آپ بیک وقت جنرل بھی ہیں، حکمراں بھی ہیں، مبلغِ دین بھی ہیں اور معلم بھی ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہر شعبہ میں منفرد اور کامل ترین بھی ہیں۔

آپ کو عبادت گزار مل جائیں گے، معلم، خطیب، مبلغ، بہادر غرض یہ کہ ہر شعبہ میں آپ کو ایسے لوگ مل جائیں گے جو کسی نہ کسی فن میں مہارت رکھتے ہوں لیکن زندگی کے ہر شعبہ میں کامل مہارت رکھنے والا انسان آپ کو کہیں نہیں ملے گا سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہی آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔

جماعت المسلمین

مرکزی مسجد المسلمین، کھوکراپار ۲½ نمبر، کراچی، پاکستان۔
فون ۴۰۷۵۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

کیا ہم مُسلِمین کو مجرِمین

کے مانند قرار دیں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾

حٰمٓ السجدة ٤١

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بے شک میں مسلمین میں سے ہوں۔

تفسیر قرآنِ عزیز

جلد ۱ تا ۹

مرتبہ :- مسعود احمد امیر جماعت المسلمین

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ کلام اپنی مثال آپ ہے۔ جس طرح بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اسی طرح بذریعہ وحی اس کی تشریح اور تفسیر بھی نازل فرمائی جو یا تو خود قرآن مجید میں ملے گی یا صاحبِ قرآن کی زبانِ مبارک سے، چونکہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے لہذا اس کی تشریح اور تفسیر بھی وہی قابلِ عمل اور قابلِ قبول ہوگی جو منزل من اللہ ہو اور وہ ہے حدیثِ نبوی۔ اسی بنیاد پر یہ تفسیر مندرجہ ذیل امتیازی اوصاف کی حامل ہے۔

ایک مسلم کی نجات کے لئے چونکہ علم و عمل لازم و ملزوم ہے لہذا تفسیر ہذا میں علم و عمل کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔

عموماً تفاسیر میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ تفسیر میں جو حدیث نقل کی جارہی ہے وہ سنداً صحیح بھی ہے یا نہیں۔ یہ تفسیر ضعیف حدیث تو کجا حسن حدیث سے بھی مبرّا ہے اس میں صرف صحیح احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی صحیح ترین تفسیر ہے۔

مسائل اور احکام کی پوری عملی تشریح و توضیح سے تمام تفاسیر خالی ہیں۔ اس تفسیر میں جس جگہ قرآن مجید کے جس حکم کی تشریح کی گئی ہے وہاں اس کی عملی تفسیر بھی بیان کردی گئی ہے اگر کسی خاص وجہ سے اس جگہ بیان نہیں کی تو کسی دوسری جگہ اس کو تفصیل سے بیان کردیا گیا ہے اور اس دوسری جگہ کا حوالہ بھی نقل کردیا گیا ہے۔ الغرض اگر ہر جگہ نہیں تو کسی ایک جگہ مناسب مقام پر کسی خاص مسئلہ کو پوری عملی تفصیل کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے مثلاً طلاق کا ذکر آگیا ہے تو طلاق کے تمام مسائل بیان کردئے ہیں۔ قرض کا مسئلہ آگیا ہے تو قرض کے تمام احکام بیان کردئے ہیں۔ نماز کے طریقہ کا ذکر آگیا تو نماز کا پورا طریقہ بیان کردیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح اگر کسی چیز کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر آگیا ہے تو اسی جگہ اس کی فضیلت اور اہمیت میں جتنی احادیث ملی ہیں ان کو بیان کردیا گیا ہے اور یہی اس تفسیر کا ایک امتیازی وصف ہے۔

اس تفسیر میں قرآن مجید کی تلمیحات پر جن کے متعلق صحیح معلومات نہیں مل سکیں کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی مثلاً ہاروت ماروت پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اس بات کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ اس فرعون کا نام معلوم کریں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا۔ اس بات کی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ وہ لوگ کون تھے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے ان کو اللہ نے ماردیا اور پھر زندہ کردیا۔ اول تو ان بحثوں سے ہمارے عمل کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ ان تلمیحات کا جو پہلو عبرت انگیز تھا اس کو بیان کردیا گیا ہے اور بے فائدہ باتوں کو کلیتہً نظر انداز کردیا گیا ہے۔

اس تفسیر میں کسی مسلک، مکتبِ فکر اور فرقہ کی تعلیمات کا پرچار نہیں کیا گیا۔ اس میں صرف اور صرف خالص اسلام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ تفسیر علماء اور عامۃ المسلمین کے لئے یکساں مفید ہے اور یہی اس کا ایک اعزاز ہے۔

جماعت المسلمین

مرکزی مسجد المسلمین گیلان آباد کھوکھراپار ۲۔ کراچی۔

فون نمبر ۴۰۷۵۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی :	اللہ تبارک و تعالیٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی :	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلم	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
ہماری محبت	صرف ایک	یعنی :	اللہ تعالیٰ سے تعلق	.. دنیوی تعلقات نہیں
ہمارا اتحاد	صرف ایک	یعنی :	ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین، کوثر نیازی کالونی۔ نارتھ ناظم آباد، بلاک جی، کراچی ۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شعبان ۱۴۱۷ھ

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۳)

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کی یہ تیسری تقریر ہے۔

گذشتہ تقریروں میں جن عنوانات پر بحث ہوئی وہ یہ ہیں :

(۱) خلقِ عظیم (۲) رسالت (۳) شفاعت (۴) رحمت (۵) اتباع۔
(۶) اطاعت (۷) ذکر (۸) نعمت (۹) ختمِ نبوت اور (۱۰) شجاعت۔

آپ تو شاید یہ سمجھتے رہے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور بحیثیت نبی کے آپ صرف تبلیغ ہی کرتے تھے، مردِ میدان نہیں تھے لیکن شجاعت کے عنوان کے تحت آپ کی شجاعت کے جو کارنامے بیان کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فقط نبی ہی نہیں تھے بلکہ مردِ میدان بھی تھے۔

جنگ احد اور جنگ حنین میں آپ کو دشمنوں نے گھیر لیا تھا لیکن آپ تن تنہا دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتے رہے اور بڑی شدید جنگ کی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیگر خصوصیات کے علاوہ میدانِ جنگ کے بھی شہسوار تھے، مردِ میدان تھے، مجاہدِ اعظم تھے اور سپہ سالارِ اعظم تھے۔

اب اس سلسلہ کے مزید عنوانات ملاحظہ فرمایئے۔

عام طور پر یہ آیت بڑے مزے لے لے کر پڑھی جاتی ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (حٰمٓ سجدہ - ۶)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تمہاری مثل ایک انسان ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے حوالے سے عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہی جیسے انسان ہیں بس فرق ہے تو صرف اتنا کہ آپ پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وحی کے علاوہ بھی بہت فرق ہے اور اس فرق کی اصل وجہ وحی ہی ہے یعنی وحی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی نعمتیں، فضیلتیں اور معجزاتی صفات عطاء کی تھیں جن کا مقابلہ عام انسان ہرگز نہیں کرسکتے۔

کہنے کی حد تک تو بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو ہاتھ، دو پیر، دو کان، دو آنکھوں کے اعتبار سے ہم جیسے انسان تھے لیکن ان اعضاء کے معجزاتی صفات کے لحاظ سے ہماری مثل نہیں بلکہ بے مثل تھے۔

عام انسانوں کا اور آپ کا کوئی مقابلہ و موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں چند حیرت انگیز خصوصیات ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ہاتھ مبارک

حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دشمن اسلام ابورافع کو قتل کرنے کی مہم پر روانہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے ابورافع کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کے بعد رات کے اندھیرے میں یکے بعد دیگرے دروازے کھولتے ہوئے زینہ تک پہنچ گئے۔ وہ یہ سمجھے کہ وہ زمین پر پہنچ گئے۔ انہوں نے زمین سمجھ کر پیر رکھا تو وہ گر پڑے۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں:

فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ (صحیح بخاری) میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔

انہوں نے اپنی پنڈلی پر اپنا عمامہ باندھ لیا۔ پھر وہ صبح تک ابورافع کی موت کا اعلان سننے کے لئے وہیں ٹھہرے رہے۔

صبح کو ابورافع کی موت کا اعلان سن کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی رافع جزء ۵ ص۱۱۵ و کتاب الجہاد باب قتل النائم المشرک جزء ۴ ص۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پنڈلی پر ہاتھ پھیرا۔ (عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں) پنڈلی بالکل ٹھیک ہو گئی گویا مجھے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

کیا یہ ہاتھ ہمارے جیسا ہاتھ تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو معجزاتی ہاتھ تھا۔

جنگ خندق کا ایک واقعہ سنیئے:

خندق کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان نکل آئی (وہ اتنی سخت تھی کہ کسی سے نہ ٹوٹی)۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا کہ ایک چٹان ایسی نکل آئی ہے جو کسی طرح نہیں ٹوٹتی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں

وَسَلَّمَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَ بَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق جزء ۵ صفحہ ۱۳۵)

چلتا ہوں۔ پھر آپ روانہ ہوئے اور اس حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ تین روز سے کسی نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی اور چٹان پر ضرب لگائی۔ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔

یہ کیسی چٹان تھی جو کسی صحابی سے نہ ٹوٹی اور یہ کیسا ہاتھ تھا کہ کدال مارتے ہی چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔

یہ ہاتھ عام انسانوں کے ہاتھ کے مانند ضرور تھا لیکن اس ہاتھ کی بات ہی کچھ اور تھی۔ یقیناً یہ معجزاتی ہاتھ تھا۔

(۱۲) لعابِ دہن

جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ کو حضرت علیؓ کو لانے کے لئے روانہ کیا۔

حضرت سلمہؓ حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔

فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَأَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ (صحیح بخاری کتاب الجہاد فضل من اسلم علی یدیہ رجل جزء ۴ صفحہ ۴۷ وکتاب المغازی باب غزوۃ خیبر جزء ۵ صفحہ ۱۷۱ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل علی جزء ۲ صفحہ ۳۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لئے دعاء کی۔ وہ اسی وقت تندرست ہوگئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

(۱۳) ٹانگیں مبارک

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:-

مَارَأَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مِشْیَتِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہٗ اِنَّا لَنَجْھَدُ اَنْفُسَنَا (مسند احمد بلوغ جزء ۲۲ ص۱۶ القسم الثالث من کتاب السیرۃ النبویہ باب ماجاء فی مشیہ. سندہٗ حسن)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا آپ کے لئے زمین لپیٹی جاتی تھی اور ہم اپنے نفس کو تکلیف میں ڈالتے تھے۔

یہ ٹانگوں کا معجزہ تھا۔ آپ کی سبک رفتاری کی وجہ سے دوسروں کو آپ کے ساتھ چلنے میں دشواری اور تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ نَزَلَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَزَلْتُ فَنَزَلْتُ اَتَشَبَّثُ بِالْجِذْعِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ مَا یَمَسُّہٗ بِیَدِہٖ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب الایلاء عن عمر جزء اوّل ص۶۳۴)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بالاخانے پر سے) اترے۔ میں بھی اترا میں کھجور کے تنے کو پکڑ کر اترا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اس طرح اترے گویا (بے تکلف) زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ نے تنہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

زینہ خطرناک تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینہ پر سے بغیر کسی سہارے کے اترے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ٹانگیں بھی عام لوگوں کی ٹانگوں کے مثل نہیں تھیں بلکہ معجزاتی تھیں۔

(۱۴) اُذُنِ مبارک (کان)

۱۔ جنگ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے آپ کو ہلاک کرنے کے لئے ایک بکری ہدیہ میں بھیجی جس میں زہر ملایا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کا گوشت کھایا۔ پھر فرمایا:

اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ فَاِنَّھَا اَخْبَرَتْنِیْ اَنَّھَا مَسْمُوْمَۃٌ (صحیح ابی داؤد کتاب الدیات باب فی من سقی رجلا سما جزء ۳ ص۸۵۵ سندہ صحیح)

اپنے ہاتھ کھینچ لو۔ اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِجْمَعُوْا اِلَیَّ مَنْ کَانَ هَاهُنَا مِنَ الْیَهُوْدِ۔ جتنے یہودی یہاں ہیں ان سب کو جمع کرو۔

آپ کے حکم کی تعمیل میں تمام یہودی جمع کئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

هَلْ جَعَلْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا؟ کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟

انہوں نے کہا: ہاں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

مَا حَمَلَكُمْ عَلٰی ذٰلِكَ کس چیز نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا؟

انہوں نے کہا:

اَرَدْنَا اِنْ کُنْتَ کَذَّابًا نَسْتَرِیْحُ مِنْكَ وَاِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّكَ (صحیح بخاری کتاب الطب باب ما یذکر فی سم النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابی ہریرہ جزء ۷ ص۱۸۱) ہم نے چاہا کہ اگر آپ جھوٹے (نبی) ہیں تو آپ سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کی آواز کیسے سن لی؟

کیا آپ کے کان ہمارے کان جیسے تھے؟ نہیں وہ معجزاتی کان تھے۔

۱۵ وجودِ مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:-

وَلَقَدْ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ یُؤْکَلُ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب علامات النبوۃ فی الاسلام جزء۴ ص۲۳۵) ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے تو ہم کھانے کے تسبیح پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے اور وہ کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا۔

کھانا کھایا جا رہا ہے اور کھانے کے نوالے سے تسبیح پڑھنے کی آواز اتنی صاف آتی تھی کہ صحابہؓ اس آواز کو سنا کرتے تھے۔

سبحان اللہ! آپ کے وجود مبارک کی کیا برکت تھی. کیا آپ کا وجود عام لوگوں کے وجود کے مانند تھا؟ ہرگز نہیں۔

ہر چیز کے تسبیح پڑھنے کا ثبوت قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی ملتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے :-

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (نور - ۴۱)

ہر چیز کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (تغابن - ۱)

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ کی تسبیح پڑھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (بنیٓ اسرائیل - ۴۴)

ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

(۱٦) چہرۂ مبارک

۱۔ کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں :-

إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ ص۲۲۹ وصحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبۃ کعب بن مالک جزء ۲ ص۵۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک چمک اٹھتا تھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ ص۲۲۹ وصحیح مسلم کتاب الرضاع باب العمل بالحاق القائف الولد جزء اول ص۶۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں خوش خوش داخل ہوئے۔ آپ کے چہرے کی شکنیں چمک رہی تھیں۔

۳۔ حضرت کعب بن مالکؓ کی جب توبہ قبول ہوئی تو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کیفیت تھی اُس کیفیت کو حضرت کعب بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں :-

فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبْرُقُ وَجْھُہٗ مِنَ السُّرُوْرِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صفحہ ۲۲۹ وصحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبہ کعب بن مالک جزء ۲ صفحہ ۵۰۱)

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو اس وقت آپ کا چہرۂ (اقدس) خوشی سے چمک رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوبصورت، حسین اور جمیل تھے اور خصوصاً ایسے مواقع پر جب آپ مسرور ہوتے تو فرطِ مسرت سے چہرہ اقدس چمک اٹھتا تھا اور پیشانی کی شکنیں ایسی چمکتی تھیں گویا بجلی کوندر ہی ہو اور یہ کیفیت آپ کے حسن و جمال میں اضافہ کر دیتی تھی۔

غرض یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے منفرد، یکتا اور بے مثل تھے۔

(۱۷) دیکھنا

ہماری بھی دو آنکھیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دو آنکھیں تھیں لیکن جو معجزاتی کیفیت آپ کی آنکھوں میں تھی کیا وہ کسی دوسرے کی آنکھوں میں پائی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا وَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ وَرَاءَ ظَھْرِیْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخشوع فی الصلوٰۃ جزء اول صفحہ ۱۸۸، صفحہ ۱۸۹ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الامر بتحسین الصلوٰۃ جزء اول صفحہ ۱۸۳)

کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا چہرہ ادھر ہے۔ اللہ کی قسم نہ مجھ سے تمہارا رکوع پوشیدہ ہوتا ہے اور نہ خشوع۔ میں یقیناً اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔

(۱۸) خوشبو

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

مَا شَمِمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْکًا

میں نے عنبر بھی سونگھا ہے، مشک بھی سونگھی

وَلَا شَیْئًا اَطْیَبَ مِنْ رِیْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۳۲۵)

ہے اور دوسری چیزیں بھی سونگھی ہیں لیکن کسی چیز کی خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے نکلنے والی خوشبو سے بہتر نہیں تھی۔

کتنی بڑی فضیلت ہے کہ بغیر کوئی خوشبو لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر خوشبو سے مہکتا تھا اور ایسی لطیف و بے مثال خوشبو تھی کہ تمام خوشبوئیں اس خوشبو کے سامنے ہیچ تھیں۔

کیا کسی عام انسان کے بدن سے بھی بغیر خوشبو کے لگائے خوشبو کی مہک نکلتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اکثر ناگوار سی بُو ضرور نکلتی ہے۔

۲۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

فَاَخَذْتُ بِیَدِہٖ فَوَضَعْتُھَا عَلٰی وَجْھِیْ فَاِذَا ھِیَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْیَبُ رَائِحَۃً مِنَ الْمِسْكِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صفحہ ۲۲۹)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے چہرہ پر رکھا تو وہ ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ طاہرہ مطہرہ فرماتی ہیں :۔

فَلَمَّا خَرَجَتْ نَفْسُہٗ لَمْ اَجِدْ اَطْیَبَ مِنْھَا (مسند احمد، بلوغ الامانی ابواب ماجاء فی مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب ماجاء فی احتضارہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعالجتہ سکرات الموت جزء ۲۱ صفحہ ۲۴۷۔ سندہ صحیح)۔

جس وقت آپ کے جسم اطہر سے روح نے پرواز کی تو اس وقت ایسی خوشبو کی مہک آئی کہ اس سے بہتر خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں بھی خوشبو تھی اور آپ کی روح میں بھی خوشبو تھی۔

۴۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃَ الْاُوْلٰی ثُمَّ خَرَجَ اِلٰی اَھْلِہٖ وَخَرَجْتُ مَعَہٗ

ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی طرف

فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّىْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّىْ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۳۲۸)

روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ بچے آگئے۔ آپ نے فرداً فرداً ہر بچہ کے رخساروں پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ آپ کا ہاتھ اتنا خوشبودار تھا گویا آپ نے ہاتھ کو ابھی عطر فروش کے کنٹر سے نکالا ہے۔

کنٹر ان بڑی بڑی کپیوں کو کہتے ہیں جو عطر فروشوں کے ہاں ہوتی ہیں۔ ان میں عطر رکھا جاتا ہے۔

کنٹر کی مثال سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے بے انتہا خوشبودار ہونے کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور اعضاء کے معطر ہونے کی خصوصیت معجزاتی تھی اور یہ محض جسم ہی کی کیفیت نہیں تھی بلکہ آپ کا پسینہ بھی معطر تھا۔

(۱۹) پسینہ مُبارک

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَجَاءَتْ اُمِّيْ بِقَارُوْرَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِيْهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعِيْنَ قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهٗ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ نَرْجُوْ بَرَكَتَهٗ لِصِبْيَانِنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتِ) (صحیح

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے قیلولہ فرمایا۔ حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیمؓ ایک شیشی لائیں اور پسینہ کو اس میں جمع کرنے لگیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی تو آپ نے فرمایا: اے ام سلیم، یہ تم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے کہا کہ یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں شامل کرتے ہیں اس لئے کہ یہ سب سے بہتر خوشبو ہے (ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم نے یہ

مسلم کتاب الفضائل باب طیب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۲۲۹)

بھی کہا: ہم اپنے بچوں کے لئے اس کی برکت کی امید رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔

آپ کے پسینہ کو دوہری فضیلت حاصل تھی۔

اول یہ کہ آپ کے پسینہ میں ایسی بے مثل خوشبو تھی جس کے آگے تمام خوشبوئیں ہیچ تھیں۔ آپ کے پسینہ کو خوشبوئیں شامل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے پسینہ کی خوشبو انسانوں کی بنائی ہوئی خوشبوؤں سے کہیں زیادہ بہتر تھی۔

دوسرے یہ کہ آپ کے پسینہ سے برکت کا حصول بھی ہوتا تھا یعنی آپ کا پسینہ بچوں کے لئے برکت کا ذریعہ بھی تھا۔

حصول برکت قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ حصولِ برکت کو بھی شرک کہنے لگے ہیں۔

اگر حصول برکت شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیتے۔ آپ کا منع نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حصول برکت شرک نہیں۔

(۲۰) جسمِ اطہر

۱۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَ اَحْسَنَهُمْ خَلْقًا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۳ صفحہ ۲۲۸ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۲۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرے کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور جسمِ اطہر کی بناوٹ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

۲۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْجِسْمِ (رواہ الترمذی فی ابواب اللباس باب ما جاء فی الجمۃ جزء اول صفحہ ۵۴۶۔ صححہ الترمذی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین جسم والے تھے۔

(۲۱) پشتِ مُبارک

حضرت محرش الکعبیؓ فرماتے ہیں :۔

نَظَرْتُ إِلَىٰ ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيكَةَ فِضَّةٍ (مسند احمد. بلوغ جلد ۲۲ صـ۶۶ سندہٗ حسن)

میں نے آپ کی پیٹھ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ سانچے میں ڈھلا ہوا چاندی کا ایک ڈلا ہے۔

(۲۲) سینۂ مُبارک

كَانَ مَرْبُوعًا بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صـ۲۲۸ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانہ تھا۔ کندھوں کے درمیان (کافی) فاصلہ تھا (یعنی سینہ چوڑا تھا)۔

(۲۳) قدِ زیبا

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صـ۲۲۸ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۳۳۳ عن انسؓ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قدِ زیبا درمیانہ تھا (آپ) نہ بہت لمبے تھے کہ برے معلوم ہوں اور نہ پستہ قد تھے۔

(۲۴) دہانہ مُبارک

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۳۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہنِ مبارک فراخ تھا۔

۲۵ پلکیں مبارک

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْدَبَ اَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ
(مسند احمد۔ بلوغ ۴/۲۲۔ سندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔

۲۶ آنکھیں مبارک

حضرت جابر بن سمرۃؓ آنکھوں کی خوبصورتی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْكَلَ الْعَيْنِ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب صفۃ فم النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۳۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بڑی اور سفید مائل بہ سرخی تھیں۔

حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلٍ
(ترمذی ابواب المناقب جزء ۲ صـ۵۵۴ صحیح الترمذی و مسند احمد۔ بلوغ جزء ۲۲ صـ۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرگیں تھیں اگرچہ آپ سرمہ لگائے ہوئے نہ ہوتے تھے۔

آپ کی آنکھوں کا سفید مائل بہ سرخی ہونا اور اس کے ساتھ سرمگیں ہونا بے انتہا خوبصورتی کی علامت ہے۔

۲۷ آواز

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں :۔

مَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ اَوْ قِرَاءَةً (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ بالقراءۃ فی العشاء جزء اول صـ۱۹۴ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی العشاء جزء اول صـ۱۹۴)

میں نے آپ کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) آواز سے یا قرأت سے بہتر کسی کی آواز یا قرأت نہیں سنی۔

و اللفظ للبخاری)

جب کسی ہستی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان صفات کا حامل کوئی اور نہیں ہے تو یہ صفات موصوف کے بے مثل ہونے کی دلیل ہیں۔

(۲۸) نرمی اور ملائمت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

لَا مَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَلَا حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ ص۲۳۰ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ ص۳۲۹ واللفظ لمسلم)

میں نے کبھی کسی ایسی چیز کو نہیں چھوا نہ دیباج کو اور نہ ریشمی کپڑے کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں ریشمی و دیباج جیسے نرم و ملائم کپڑوں سے بھی زیادہ نرم تھیں لیکن اس کے باوجود ہاتھ اتنے مضبوط تھے کہ جنگ خندق کے موقع پر کدال مارتے ہی وہ چٹان پاش پاش ہوگئی جو کسی سے نہ ٹوٹی تھی۔

(۲۹) نیند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ ص۲۳۲)

میری آنکھ سوتی ہے، میرا دل نہیں سوتا۔

آنکھ کا سونا اور دل کا نہ سونا یہ کیفیت انبیاء کے علاوہ کسی بھی انسان میں نہیں پائی جاتی۔ یہ کیفیت معجزاتی خصوصیت ہے اور اس خصوصیت کا ہونا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی دلیل ہے۔

عام انسانوں کو نیند آتی ہے تو وہ غافل ہو جاتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند بھی عام انسانوں سے مختلف تھی۔

(۳۰) مہرِ نبوّت

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں :-

رَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شبیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء۲ صفحہ ۲۳۳ وصحیح بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس جزء اوّل صفحہ ۵۹ عن سائب نحوہ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (پشت مبارک پر آپ کے کندھے کے قریب) مہرِ نبوّت دیکھی۔ اس کی شکل کبوتری کے انڈے کی مثل تھی اور اس کا رنگ وہی تھا جو تمام بدن کا تھا۔

مہرِ نبوّت اس بات کی علامت تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں۔ جس طرح دستاویزات وخطوط پر آخر میں مہر لگائی جاتی ہے اسی طرح یہ مہرِ نبوّت آپ کی پشت مبارک پر ثبت تھی جو اس حقیقت کی غماز تھی کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔

(۳۱) جوانی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :-

اَقْبَلَ نَبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَابَكْرٍ وَاَبُوْبَكْرٍ شَيْخٌ يُعْرَفُ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَا يُعْرَفُ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء۵ صفحہ ۷۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے پیچھے حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ بوڑھے تھے اور پہچانے جاتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے اور آپ کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۵۳ سال کی عمر میں جوان تھے۔

(۳۲) عطیہ الٰہی

کچھ فرشتے آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ فرشتوں کی گفتگو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ آپ نے فرمایا : فرشتے کہتے ہیں :-

مَارَأَيْنَا عَبْدًا اُوْتِيَ قَطُّ مِثْلَ مَا

ہم نے کبھی کسی بندے کو نہیں دیکھا کہ اس

اُوْتِیَ هٰذَا النَّبِیُّ (صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) ترمذی ابواب الامثال باب ماجاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ جزء ۲ ص ۲۹۴ صحیح الترمذی)

کو ان نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مثل (نعمت اور فضیلت) دی گئی ہو۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت انوکھی، بے مثل اور حیرت انگیز ہے اور یہی عظمت ہے۔

۳۳ حُسن وجمال

حضرت ابوالطفیلؓ فرماتے ہیں :۔

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقَصَّدًا (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابیض ملیح الوجہ جزء ۲ ص ۲۳۱)۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کا رنگ ملاحت آمیز سفید تھا اور آپ کا بدن چھریرہ تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الشجاعۃ فی الحرب جزء ۴ ص ۲۷ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی شجاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ ص ۲۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سب) لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں :۔

کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ ص ۲۲۸ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ ص ۲۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرے کے لحاظ سے سب سے زیادہ حسین تھے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں :۔

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صفحہ ۲۲۸ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۲۳۰ و اللفظ لمسلم)

زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۴ صفحہ ۲۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن اور خوش رنگ تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :-

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ اِضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ اِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ اَحْسَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنَ الْقَمَرِ (حاکم کتاب اللباس جزء ۴ صفحہ ۱۸۶) (سندہ صحیح تلخیص)

میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ سرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ میری نظر میں آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں :-

اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ وَجَعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ كَشَفَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام جزء اول صفحہ ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جب پیر کا دن ہوا اور لوگ نماز میں صف بنائے ہوئے کھڑے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ کھولا۔ ہم نے آپ کی طرف دیکھا آپ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کا چہرہ اقدس اس وقت ایسا (حسین) دکھائی دے رہا تھا گویا وہ قرآن مجید کا ایک ورق ہے۔

قرآن مجید بے حد محترم و مکرم کتاب ہے۔
دنیا میں اس سے زیادہ محترم و مکرم کوئی اور چیز نہیں ہے۔

قرآن مجید شعائر اللہ میں سے ایک بابرکت حسین وجمیل تحفہ ہے۔

حضرت انسؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کو قرآن مجید کے ورق سے تشبیہ دینا تعریف وتوصیف کی انتہا ہے۔

غرض یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسن وجمال میں بھی منفرد، یکتا اور بے مثل تھے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

ع حسیں ہو، مہ جبیں ہو، دل نشیں ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

(۳۴) بے مثل

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ اَرَ بَعْدَهٗ وَلَا قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ (صحیح بخاری کتاب اللباس باب الجعد جزء ۷ صـ۲۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوبصورت تھا۔ میں نے نہ آپ کے بعد کسی کو آپ کے مثل دیکھا اور نہ آپ سے پہلے کسی کو آپ کے مثل دیکھا۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں :۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی ابواب المناقب جزء ۲ صـ۵۵۲۔ صحیح الترمذی)

میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کسی کو آپ کے مثل دیکھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ (حاکم کتاب التاریخ باب حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۶۰۶ سندہ صحیح (تلخیص) (مسند احمد۔ بلوغ جزء ۲۲ صـ۴۔ سندہ صحیح)

میں نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کسی کو آپ کے مثل دیکھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ جَبْهَتِهٖ (رواہ احمد۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ کی پیشانی میں سورج

بلوغ جلد ۲۲ صفحہ ۱۶ ۔ سندہ حسن) چلا جا رہا ہے۔

اندازہ لگائیے، ایک ایک صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کو خراج تحسین پیش کرتا چلا جا رہا ہے گویا سب ہی یک زبان وہم آہنگ ہو کر یہ کہہ رہے ہیں :۔

ع محمد کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں

میں نے ابتداء میں یہ بات کہی تھی کہ جب کوئی وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جائے اور وہ وصف کسی اور انسان میں نہ پایا جائے تو یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ کسی بھی صفت میں منفرد اور بے مثل ہونا عظمت کی دلیل ہے۔

(۳۵) ام معبدؓ کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک خیمہ ملا۔ اس خیمہ میں حضرت ام معبدؓ رہا کرتی تھیں۔ ان کے شوہر بھی ان کے ساتھ رہتے تھے لیکن وہ اس وقت موجود نہیں تھے، بکریاں چرانے گئے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خیمہ پر پہنچے تاکہ ان سے گوشت، کھجوریں وغیرہ خریدیں۔ لیکن اس وقت ام معبدؓ کے ہاں سے آپ کو کوئی چیز نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بکری کو دیکھا تو فرمایا :۔

اے ام معبد، یہ بکری کیسی ہے؟

ام معبدؓ نے کہا : یہ بکری کمزوری کی وجہ سے چرنے کے لئے نہیں جا سکی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ ام معبدؓ نے کہا : یہ دودھ نہیں دیتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ کیا تم مجھے اجازت دوگی کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟

ام معبدؓ نے کہا : اگر آپ اس کا دودھ دوہ سکتے ہیں تو دوہ لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کو اپنے پاس منگایا اور بسم اللہ کہہ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، ہاتھ پھیرنا ہی تھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ بھر گیا یہاں تک کر دودھ ٹپکنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگایا اور اس کے تھنوں سے دودھ نکالا

اور (سب سے پہلے) اس عورت کو پینے کے لئے دیا۔ اس نے خوب پیا یہاں تک کہ وہ سیر ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب کو دیا۔ انہوں نے سیر ہو کر پیا پھر سب کے آخر میں آپ نے نوش فرمایا۔

پھر آپ نے دوبارہ دودھ دوہا یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا اور وہ دودھ آپ نے اس عورت کے لئے چھوڑ دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بیعت لی اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔

جب شام کو ام معبدؓ کے شوہر گھر پر آئے تو انہوں نے ام معبدؓ سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟

ام معبدؓ نے شوہر کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ایک شخص یہاں آئے تھے اور انہوں نے اس بکری سے دودھ نکالا جو دودھ دینے کے قابل نہیں تھی۔ شوہر کو یہ بات سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا اس شخص کا حلیہ بیان کرو۔

حضرت ام معبدؓ نے جو حلیہ بیان کیا وہ حیرت انگیز ہے۔ اس خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار دیکھا تھا لیکن اس نے حیرت انگیز حافظہ کے ساتھ جو حلیہ بیان کیا ہے وہ ایسا مثالی حلیہ ہے جس کی نظیر تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت ام معبدؓ فرماتی ہیں:۔

رَجُلاً ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ ،	پاکیزگی اور حسن ان کے چہرے سے ظاہر،
اَبْلَجَ الْوَجْهِ ،	روشن چہرہ ،
حَسَنَ الْخَلْقِ ،	جسم کی بناوٹ خوبصورت ،
لَمْ تَعِبْهُ ثُجْلَةٌ ،	توند سے عاری ،
وَلَمْ تَزْرِبِهِ صَعْلَةٌ ،	بڑا سر اور فربہ گردن ،
وَسِيْمٌ قَسِيْمٌ ،	حسین وجمیل ،
فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ ،	آنکھیں فراخ اور نہایت سیاہ ،
وَفِيْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ ،	پلکیں اور بھنویں لمبی اور گھنی ،
وَفِيْ صَوْتِهٖ صَهَلٌ ،	تیز آواز ،
وَفِيْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ ،	دراز گردن ،
وَفِيْ لِحْيَتِهٖ كَثَاثَةٌ ،	گھنی ڈاڑھی ،
اَزَجُّ اَقْرَنُ ،	بھنویں پیوستہ اور باریک ،

إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ، — وقار کے ساتھ خاموش ،

وَإِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ ، — اگر بات کرے تو اللہ کا نام لے ،

وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ ، — آواز میں دلبستگی ،

أَجْمَلَ النَّاسِ ، — لوگوں میں سب سے زیادہ حسین ،

وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيدٍ ، — دور سے دلکش ،

وَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ مِنْ قَرِيبٍ ، — قریب سے دیکھنے میں بے حد حسین وجمیل ،

حُلْوُ الْمَنْطِقِ ، فَصْلًا ، — شیریں کلام ، واضح الفاظ ،

لَا نَزَرٌ ، — الفاظ میں نہ کمی ،

وَلَا هَذَرٌ ، — اور نہ لغویت ،

كَانَ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتِ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ ، گفتگو نگوں کی لڑی کہ جیسے نگ یکے بعد دیگرے خوبصورتی سے گریں۔

رَبْعَةٌ لَا تَشْنَأُهُ مِنْ طُولٍ ، — درمیانہ قد، نہ اتنے لمبے کہ لمبائی بری معلوم ہو ،

وَلَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ ، — نہ پستہ قد کہ قد کی کوتاہی حقیر ظاہر کرے ،

غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ ، — دو شاخوں کے درمیان والی شاخ ،

فَهُوَ أَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا ، — کہ منظر کے لحاظ سے تینوں میں سب سے زیادہ تروتازہ ،

وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا ، — قدرومنزلت کے لحاظ سے سب سے زیادہ حسین ،

لَهُ رُفَقَاءُ يَحُفُّونَ بِهِ ، — اس کے رفقاء ایسے کہ اُسے گھیرے رہتے ہیں ،

إِنْ قَالَ سَمِعُوا لِقَوْلِهِ ، — اگر وہ کچھ کہے تو اس کی بات کو سنیں ،

وَإِنْ أَمَرَ تَبَادَرُوا إِلَى أَمْرِهِ ، — اور اگر وہ کسی کام کا حکم دے تو اسکے لئے دوڑ پڑیں ،

مَحْفُودٌ ، — اس کی خدمت کے لئے چست ،

مَحْشُودٌ ، — مستعد وتیار ،

لَا عَابِسٌ ، — نہ ترش رُو ،

وَلَا مُفَنَّدٌ ۔ — اور نہ خطا کار ۔

(رواہ الحاکم فی کتاب الہجرۃ باب حدیث معبد فی الہجرۃ مفصلا جز ۲ ص ۹ وصححہ ھو والذہبی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے : بسیار خوباں دیدہ ام ، لیکن تو چیزے دیگری
میں نے بہت سے حسینوں کو دیکھا ہے لیکن آپ تو چیز ہی دوسری ہیں۔

۳۶ برکت کا حصول

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِآنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يُؤْتَى بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيْهَا (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب قرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الناس وتبرکہم جزء ۲ صفحہ ۲۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ کر نکلتے تو مدینہ کے خادم اپنے اپنے برتن لے کر آیا کرتے تھے۔ ان برتنوں میں پانی ہوتا تھا۔ آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیا کرتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ سخت سردی کی صبح کو آپ کے پاس آتے تب بھی آپ اپنا ہاتھ ان کے برتنوں میں ڈال دیا کرتے تھے۔

سخت سردی کے موسم میں لوگوں کا پانی لانا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان برتنوں کے ٹھنڈے پانی میں اپنا دست مبارک ڈال دینا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ برکت کا سرچشمہ تھے اور برکت کا فیضان عام تھا۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں :۔

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب قرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الناس وتبرکہم جزء ۲ صفحہ ۲۵۶)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ حجام آپ کے سر کے بال مونڈتا تھا اور صحابہ کرامؓ آپ کے گرد بیٹھ جایا کرتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ کا کوئی بال (نیچے) نہ گرنے پائے (اگر گرے تو) کسی شخص کے ہاتھ میں گرے۔

غور فرمایئے کہ صحابہ کرامؓ کس کس طریقہ سے برکت کے حصول کے متلاشی رہا کرتے تھے!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی صحابہ کے اس فعل یا طرز عمل سے منع نہیں فرمایا۔ منع نہ فرمانا اس حقیقت کا غماز ہے کہ آپ کے تبرکات سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں :۔

نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے سر کی) داہنی طرف حجام کی طرف کر دی تاکہ وہ (اس طرف کے بال) مونڈ دے۔ پھر آپ نے حضرت

الْاَیْسَرَ فَقَالَ اِحْلِقْ فَحَلَقَهٗ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَیْنَ النَّاسِ
(صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السنۃ یوم النحر یرمی ثم ینحر جزء اول صفحہ ۵۴۶)

ابو طلحہؓ انصاری کو بلایا اور وہ بال ان کو دے دیئے۔ پھر آپ نے (اپنے سر کی) بائیں رخ حجام کی طرف کر دی۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا: مونڈ دو۔ اس نے بال مونڈ دیے۔ پھر آپ نے وہ بال حضرت ابو طلحہؓ کو دے دیئے اور فرمایا: ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بالوں کو تقسیم کرنے کا حکم کس لئے دیا؟

کیا یہ حکم بالوں کو رکھنے کے لئے دیا یا نعوذ باللہ پھینکنے کے لئے دیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالوں کو تقسیم کرنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے بال باعث برکت تھے۔

آپ کے تبرکات محض برکت کا سبب ہی نہیں تھے بلکہ ان سے بیمار شفاء بھی حاصل کرتے تھے۔ گویا آپ کی چیزوں میں برکت بھی تھی اور شفاء بھی تھی۔

شفاء کے سلسلہ میں مزید حقائق ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عثمانؓ بن عبد اللہ فرماتے ہیں:۔

قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَهْلِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ وَقَبَضَ اِسْرَائِیْلُ ثَلَاثَ اَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِیْهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَیْنٌ اَوْ شَیْءٌ بَعَثَ اِلَیْهَا مِخْضَبَهٗ فَاطَّلَعْتُ فِی الْحُجُلِ فَرَاَیْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا
(صحیح بخاری کتاب اللباس باب ما یذکر فی الشیب جزء ۷ صفحہ ۲۰۷)

مجھ کو میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہؓ کے پاس پانی کا برتن دے کر بھیجا۔ اسرائیل نے اس برتن میں سے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے تین چلو لے کر (میرے برتن میں ڈال دیئے)۔ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو وہ حضرت ام سلمہؓ کے پاس برتن بھیج دیتا (حضرت ام سلمہؓ اس برتن میں پانی ڈال دیتیں یا بال ڈبو دیتیں)۔ عثمان کہتے ہیں میں نے اس برتن میں (جس برتن میں بال تھے) جھانک کر دیکھا تو مجھے چند سرخ بال نظر آئے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ لوگ آپ کی چیزوں سے شفاء بھی حاصل کرتے تھے۔

افسوس کہ اس دور میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس برکت اور شفاء کے حصول کو بھی شرک سمجھتے ہیں۔

ایک صاحب نے ان لوگوں کے امیر سے پوچھا کہ حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو پانی میں ڈبو کر وہ پانی لوگوں کو پلایا کرتی تھیں اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کاش ام سلمہؓ ایسا نہ کرتیں۔

"کاش وہ ایسا نہ کرتیں" سے کیا مراد ہے؟ کیا حضرت ام سلمہؓ نے شرک کیا؟

اس جملہ پر آپ غور فرمائیں اگر یہ شرک تھا تو اسے کس کس نے فروغ دیا؟ کون کون اس شرک کا مرتکب ہوا اور اس کے ڈانڈے کہاں جا پہنچتے ہیں؟ اس کے تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ بال جمع کیا کرتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے خود بالوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

بتائیے یہ شرک کون کر رہا ہے اور کون کروا رہا ہے؟ اور پھر سب سے حیرت انگیز بات یہ کہ اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور کچھ نہ کہا جبکہ وحی کا سلسلہ ابھی بند نہیں ہوا تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ (نعوذ باللہ من ذٰلک) ہادیٔ برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک کو فروغ دے رہے ہیں، صحابہ کرامؓ اور ام المؤمنین ام سلمہؓ شرک کی مرتکب ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے مگر خاموش ہے۔

یہ لوگ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ نتائج کتنے سنگین نکلیں گے۔ یہ تو بس اپنے خود ساختہ نظریہ ہی کو توحید سمجھتے ہیں اور اسی پر جمے رہتے ہیں۔

اگر ان سے کہا جائے کہ یہ صحیحین کی ٹکسالی حدیثیں ہیں تو بڑی لاپرواہی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ لیکن آج تک انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ برکت کے حصول کی یہ حدیثیں قرآن مجید کی کس آیت کے خلاف ہیں؟

بہر حال ہر صحیح چیز میں شرک کی موجودگی کا پتہ دینا ان کا خاص مشغلہ ہے۔ اسی طرح وہ سادہ لوح لوگوں کے ایمان وعقائد سے کھیلتے رہتے ہیں۔

شرک کی بھی حد ہو گئی۔ یہ لوگ خود نظریہ پرستی اور شخصیت پرستی کے شرک میں مبتلا ہیں لیکن صحیح عقائد میں شرک ڈھونڈتے ہیں۔

معلوم نہیں وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے بارے میں کیا عقدہ کشائی کریں گے؟

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ

والسلام نابینا ہو گئے تو اس بات کی اطلاع حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے انہیں دی تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا:۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ○
(یوسف - ۹۳)

یہ میری قمیص لے جاؤ اور اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ بھلا قمیص میں ایسی کون سی خوبی ہے؟ یہ آنکھوں میں ڈالنے کی کوئی تیر بہدف دوا تو ہے نہیں پھر اس کا بینائی کے ٹھیک ہونے سے کیا تعلق؟

اس قسم کا اعتراض کسی نے نہیں کیا۔ بدقسمتی سے یہ ہمارے دور ہی کی خصوصیت ہے کہ برکت کے حصول جیسی ثابت شدہ چیز کو بھی شرک باور کرایا جا رہا ہے۔

بہر حال یہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم تھا اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔

دیکھئے اس سے اگلی آیت کیا ثابت کرتی ہے؟

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ○
(یوسف - ۹۴)

پھر جب بشارت دینے والا (یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے) پاس پہنچا تو اس نے یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی قمیص کو یعقوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے چہرے پر ڈال دیا (قمیص کا چہرہ پر ڈالنا تھا کہ) وہ بینا ہو گئے۔

غور فرمائیے یہ برکت و شفاء کا حصول قرآن مجید کی آیات سے بھی ثابت ہو رہا ہے ورنہ محض قمیص کے ڈالنے سے آنکھوں کی بینائی کا واپس آجانا کیا معنی رکھتا ہے؟

یہ یقیناً یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص کی برکت ہی تھی جس کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی واپس آگئی۔

اگر برکت کا حصول کسی حدیث سے ثابت ہو تو ان کے نزدیک شرک ہوتا ہے اور اس قسم کی حدیثیں ان کے نزدیک قرآن مجید سے ٹکراتی ہیں لیکن یہاں تو قرآن مجید کی آیات سے برکت کا ثبوت مل رہا ہے۔ بتلائیے یہ شرک کون کروا رہا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلك)

ممکن ہے یہ نظریہ پرست اپنے نظریہ کو تقویت دینے کے لئے یہ کہہ دیں کہ "کاش اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرواتا"

مزید سنئے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں:۔

هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى يُسْتَشْفٰى بِهَا (صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم استعمال اناء الذہب جزء ۲ صفحہ ۲۳۱)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ ہے۔ ہم اس کو مریضوں کے لئے دھوتے ہیں۔ اس سے مریضوں کے لئے شفاء حاصل کی جاتی ہے۔

الغرض برکت کے حصول کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ دونوں سے ملتا ہے اس کا انکار کفر کے سوا کچھ نہیں۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں بہت سے حقائق تاریخ اسلام کا حصّہ ہیں۔ ان حقائق میں سے ایک حقیقت ملاحظہ فرمایئے۔

عروہ ایک غیر مسلم شخص ہے۔ وہ دشمنوں کا سفیر بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے۔ آپ سے ملتا ہے، صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کا مشاہدہ کرتا ہے پھر جب وہ واپس اپنی قوم کی طرف لوٹتا ہے تو کہتا ہے۔

فَقَالَ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مُحَمَّدًا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَاللّٰهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد جزء ۳ صفحہ ۲۵۴)

اے میری قوم، میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ قیصر، کسریٰ اور نجاشی کا دربار دیکھا ہے مگر اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔

ذرا غور کیجئے یہ ایک غیر مسلم سفیر کے تاثرات ہیں۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیزوں میں برکت تھی اور صحابہ کرامؓ ان کو حصولِ برکت کے لئے استعمال کرتے تھے۔

تھوک تھوک میں فرق ہے۔ عام انسانوں کے منہ سے نکلنے والا تھوک بے وقعت، حقیر اور قابلِ نفرت لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلنے والا تھوک

باعثِ برکت تھا۔
یہی فرق تو آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔
عام انسانوں کا ایک معجزاتی انسان سے مقابلہ تو درکنار اس کا تصور بھی لغو ہے۔

(۳۷) معجزات

ایک اونٹ اپنے مالک کی شکایت کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے مالک سے فرماتے ہیں:۔

يَشْكُوكَ زَعَمَ أَنَّكَ سَانِيهِ حَتّٰى إِذَا كَبِرَ تُرِيدُ أَنْ تَنْحَرَهُ قَالَ صَدَقْتَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا قَدْ أَرَدْتُ ذٰلِكَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَفْعَلُ (مسند احمد۔ بلوغ جزء ۲۲ صـ۱۴۶ سندہ حسن)

یہ تمہاری شکایت کر رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ تم اس سے پانی بھر کر لانے کی خدمت لیتے رہے یہانتک کہ جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اب تم اس کو نحر کرنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ مالک نے کہا اس نے سچ بیان کیا۔ قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے میرا یہی ارادہ تھا لیکن قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب میں اس کو نحر نہیں کروں گا۔

انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی کہ ان کا اونٹ سرکش ہوگیا ہے۔ کسی کو اپنی پیٹھ پر بیٹھنے نہیں دیتا لہٰذا آپ چلیئے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ قُومُوا فَقَامُوا فَدَخَلَ الْحَائِطَ وَالْجَمَلُ فِي نَاحِيَةٍ فَمَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّهُ صَارَ مِثْلَ الْكَلْبِ الْكَلِبِ وَإِنَّا نَخَافُ عَلَيْكَ صَوْلَتَهُ فَقَالَ لَيْسَ عَلَيَّ مِنْهُ بَأْسٌ فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ نَحْوَهُ حَتّٰى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو (چلو) صحابہ کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے۔ اونٹ ایک کونے میں کھڑا تھا۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ انصار نے کہا: وہ ایسا ہوگیا ہے جیسا کتے کے کاٹے کا دیوانہ، ہم ڈرتے ہیں وہ حملہ کرکے کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی ڈر نہیں۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو سجدے میں

خَرَّ سَاجِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاصِيَتِهٖ أَذَلَّ مَا كَانَتْ قَطُّ حَتّٰى أَدْخَلَهُ فِي الْعَمَلِ۔ (مسند احمد۔ بلوغ جزء ۲۲ صفحہ ۵ سندہ جید)

گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پکڑی۔ وہ ایسا فرمانبردار بن گیا کہ اس سے پہلے وہ ایسا فرماں بردار کبھی نہیں تھا یہانتک کہ آپ نے اسے پھر کام میں داخل کر دیا۔

سبحان اللہ! جانور بھی سمجھتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ورنہ ایک اونٹ کا اپنے مالک کی شکایت کرنا اور دوسرے اونٹ کا سرکشی سے باز آکر سجدہ کرنا اور مطیع و فرمانبردار بن جانا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس سلسلہ کا ایک اور معجزہ ملاحظہ فرمایئے :۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا :

يَا غُلَامُ هَلْ مِنْ لَبَنٍ۔ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنِّيْ مُؤْتَمَنٌ قَالَ هَلْ مِنْ شَاةٍ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهَا الْفَحْلُ فَأَتَيْتُهُ بِشَاةٍ فَمَسَحَ ضَرْعَهَا فَنَزَلَ لَبَنٌ فَحَلَبَهُ فِيْ إِنَاءٍ فَشَرِبَ وَسَقَا أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ لِلضَّرْعِ أَقْلِصْ فَقَلَصَ
(مسند احمد۔ بلوغ جزء ۲۲ صفحہ ۶۵، سندہ صحیح)

اے لڑکے، کیا کچھ دودھ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے عرض کیا: ہاں، لیکن میں امانت دار ہوں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کوئی ایسی بکری ہے جس پر نر نے جست نہ لگائی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں ایک ایسی بکری آپ کے پاس لے کر گیا۔ آپ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ دودھ تھن میں اترا۔ آپ نے دودھ دوہا۔ آپ نے خود بھی پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا۔ پھر آپ نے تھن سے فرمایا: دودھ روک لے، تھن نے دودھ روک لیا۔

معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایک اور حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَيْهِ (صحیح بخاری

ایک تنہ تھا جس کے پاس کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ کے لئے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے تنہ سے ایسی آواز سنی جیسی آوازیں گیابھن اونٹنیوں کی ہوتی ہیں (وہ روتا رہا) یہانتک کہ رسول

کتاب الجمعۃ باب الخطبۃ علی المنبر جزء ۲ صـ۱۱۱)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اِنَّکَ نَبِیٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ ھٰذَا الْعِذْقَ مِنْ ھٰذِہٖ النَّخْلَۃِ تَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَۃِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِرْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ

(ترمذی ابواب المناقب جزء ۲ صـ۵۴۹ ۔ صحیح الترمذی)

ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا میں کس طرح معلوم کروں کہ آپ نبی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ (آکر) گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ فرماکر آپ نے اسے بلایا وہ درخت سے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر گر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: واپس جا۔ وہ واپس چلا گیا۔ (یہ معجزہ دیکھ کر) دیہاتی اسلام لے آیا۔

کہاں تک معجزات بتلائے جائیں۔ یہ سلسلہ بہت طویل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی بڑی دلیل ہے۔

ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا

اب آپ چند غیر مسلم اہلِ فکر و اہلِ قلم کے تاثرات ملاحظہ فرمائیے کہ وہ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف کس قدر عقیدت سے کرتے ہیں۔

۱۔ برٹرینڈ رسل لکھتے ہیں :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم الشان اور فقید المثال مذہبی رہنما تھے۔"

(WHY I AM NOT A CHRISTIAN, PUB. 1961.)

("ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا" صـ۴۵ مؤلفہ: ستار طاہر)

۲۔ ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں :۔

"جس سادگی اور عقلی اندازِ فکر سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ اور ثبوت پیش کیا ہے پوری دنیا میں اس کی

مثال نہیں ملتی۔"

(DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE)

("ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا" صفحہ ۵۹، مؤلفہ ستار طاہر)

۳۔ اے گیلیوم لکھتے ہیں :۔

"تاریخ انسانی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے۔"

(ISLAM, PUB. 1930.)

("ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا" صفحہ ۹۳، مؤلفہ: ستار طاہر)

۴۔ والٹیئر لکھتے ہیں :۔

"آپ سے بڑا انسان .... انسانیت نواز .... دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی۔"

("ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا" صفحہ ۱۲۳، مؤلفہ: ستار طاہر)

ع محمد کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

(حٰمٓ السجدہ - ۳۳)

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بیشک میں مسلمین میں سے ہوں۔



اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ○

(نٓ - ۳۵)

کیا ہم مسلمین کو مجرمین کے مانند قرار دیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ (الحجر-۲)

ایک وقت آنے والا ہے جب انکار کرنے والے یہ تمنّا کریں گے کاش وہ مسلم ہوتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ تبارک و تعالیٰ	..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی ؛	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	..	فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	..	فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلم	..	فرقہ وارانہ نام نہیں
ہمارا رشتہ	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ تعالیٰ سے تعلق	..	دنیوی تعلقات نہیں
ذریعہ اتحاد	صرف ایک	یعنی ؛	ایمان باللہ العظیم	..	وطن اور زبان نہیں

اگر آپ اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ
شامل فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین، کوثر نیازی کالونی، نارتھ ناظم آباد بلاک بی، کراچی ۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمت رسول

صلی اللہ علیہ وسلم

۲

تقریر:- جناب مسعود احمد

امیر جماعت ال



جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عظمتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

④

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر تین تقریریں ہوچکی ہیں۔ آج چوتھی تقریر ہے۔ آج کی تقریر کا خاص عنوان "احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔

① احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ فَسَاَکۡتُبُہَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡہٰہُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ (الاعراف ۔ ۱۵۷ و ۱۵۸)

میری رحمت تو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے لیکن میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے (یعنی میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھوں گا) جو رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جن (کی بشارت اور جن کے ذکر جمیل) کو وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، جو ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور جو ان (کی پیٹھوں) کے بوجھ اور ان کی گردنوں کے طوق ان سے اتار کر پھینک رہے ہیں۔ الغرض جو لوگ ان پر ایمان لائے، ان کا احترام کیا، ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان پر نازل کیا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ "وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ" میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے

اس کا کوئی احصاء نہیں کرسکتا، اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ (اے رسول آپ کہہ دیجئے) تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے۔

(الانعام - ۱۴۷)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک دیہاتی بھی نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنی دعا میں یہ الفاظ کہے :

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا اے اللہ مجھ پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم کر اور ہمارے علاوہ کسی پر رحم نہ کر۔

اللہ کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلام پھیرا تو اس شخص سے فرمایا :۔

لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا تم نے بڑی وسیع چیز کو گھیر دیا۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الناس والبہائم جزء ۸ صلا)

تم نے بڑی وسیع چیز کو محدود کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے پورا عالم فیض پا سکتا تھا تم نے ایسی وسیع چیز کو دو آدمیوں میں محدود کر دیا۔

اس شخص نے رحمت کے سو حصوں میں سے صرف ایک حصّہ کو محدود کیا تھا اللہ تعالیٰ نے تو رحمت کے پورے سو حصّوں کو وسیع کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً) فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ

اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان اور زمین کو پیدا کیا اس دن سو رحمتیں پیدا کیں اور ہر رحمت اتنی وسیع ہے کہ آسمان اور زمین کی درمیانی خلاء کو پُر کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں سے ایک رحمت کو جنّات میں، انسانوں میں، چوپایوں میں اور کیڑے مکوڑوں میں نازل کیا۔ اس ایک رحمت سے سب آپس میں رحم و کرم کا برتاؤ کرتے ہیں حتیٰ کہ وحشی جانور تک اپنے بچے پر رحم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ۹۹ رحمتیں روک لیں اور جب قیامت کا دن ہو گا یہ رحمت بھی ان میں شامل کر کے اُسے کامل کر دیا جائے گا پھر

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ) (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ جزء ۲ صفحہ ۴۹۳ وروی البخاری نحوہٗ فی کتاب الادب فی باب جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء جزء ۸ صفحہ ۹) — اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے بندوں پر ان ننّانوے رحمتوں سے رحم کریگا۔

جب ایک رحمت کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ہر ذی روح ایک دوسرے پر رحم کرتا ہے تو ننّانوے رحمتوں کی وسعت کا کیا عالم ہوگا۔ اس کا اندازہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ الغرض ان سو رحمتوں سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ رحمت کی اتنی وسعت ہوگی کہ اگر کافر کو اس کا علم ہو جائے تو وہ بھی جنّت کا امیدوار بن جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ جزء ۲ صفحہ ۴۹۴) — اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو پھر کوئی (کافر) بھی اللہ کی جنّت سے ناامید نہ ہو۔

آگے فرمایا اَلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی میں نے رحمت کو ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا جو متقی ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کو ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا جن میں یہ تین صفات ہوں :-

(۱) تقویٰ (۲) ادائیگی زکوٰۃ (۳) آیات اللہ پر ایمان۔

آگے فرمایا :- اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ یعنی میں نے اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے مخصوص ومحدود کر دیا جو رسول نبی امّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں۔

رحمت ملے گی تو جنّت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ جنّت سے فرماتا ہے :-

اَنْتِ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا باب النار یدخلھا الجبارون والجنۃ یدخلھا الضعفاء جزء ۲ صفحہ ۵۳۶) — تو میری رحمت ہے۔ تیرے ذریعہ میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا۔

جنّت کا حقدار وہی ہے جو رحمت کا حقدار ہے اور رحمت کا حقدار وہ ہے جو رسول نبی امّی

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے۔ جو رسول نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا وہ جنّت کا حقدار نہیں ہے۔ کتنا بڑا مرتبہ ہے اور کتنی بڑی عظمت ہے۔

آگے فرمایا: اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ کون رسول نبی اُمّی؟ وہ رسول نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کا ذکر وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں اس عظیم ہستی کے بارے میں پیشین گوئیاں لکھی ہوئی پاتے تھے۔ ان پیشین گوئیوں کی روشنی میں وہ جانتے تھے کہ ایک رسول آنے والا ہے۔ وہ یہ کہہ کر کہ جب وہ آئے گا تو ہم اُس کے ساتھ ہو کر حق کے لئے لڑیں گے کافروں کے مقابلہ میں فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ (البقرۃ - ۸۹)

اس سے پہلے وہ کافروں کے مقابلہ میں فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے پھر جب وہ آگیا جس کو وہ پہچان بھی گئے تو اس کا انکار کر دیا۔

توریت اور انجیل میں جو صفات آپ کی لکھی ہوئی تھیں ان کی وجہ سے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (الانعام - ۲۰)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

یعنی آپ کی جو صفات توریت اور انجیل میں لکھی ہوئی تھیں وہ اتنی واضح اور نمایاں تھیں کہ اہلِ کتاب آپ کو دیکھ کر اس طرح پہچان گئے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہستی ہیں جن کا ذکر توریت اور انجیل میں مذکور ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ آپ کی بعض صفات کو توریت سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرٰىةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِی الْقُرْاٰنِ، يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ

اللہ کی قسم ان کی بعض صفات جو قرآن (مجید) میں ہیں وہی صفات توریت میں بھی لکھی ہوئی ہیں: اے نبی، ہم نے آپ کو شاہد، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اُمّی لوگوں کے لئے پناہ گاہ بنایا ہے۔ اے

لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب کراہیۃ السخب فی الاسواق جزء ۳ صفحہ ۸۵)

رسول، آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ تو وہ ترش رو ہیں اور نہ سخت دل ہیں۔ وہ بازاروں میں شور نہیں مچاتے اور نہ کسی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ وہ درگذر کرتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز قبض نہیں کریگا جب تک ان کے ذریعہ ٹیڑھی ملت سیدھی نہ ہو جائے اس طرح کہ وہ کہنے لگیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور اس کلمہ کے ذریعہ اندھی آنکھیں بینا نہ ہو جائیں، بہرے کان سننے نہ لگ جائیں اور دلوں کے غلاف دور نہ ہو جائیں۔

الغرض آیتِ زیرِ درس سے معلوم ہو گیا کہ رسول نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر جنت نہیں ملے گی تو پھر پیروی کیوں نہیں کرتے۔ کیوں جان بوجھ کر سنتیں چھوڑی جا رہی ہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم میں سے بھی بعض لوگ جان بوجھ کر دوزخ میں جا رہے ہیں جس طرح اہلِ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان جانے کے باوجود جان بوجھ کر دوزخ میں جا رہے تھے۔ آج سے پختہ عہد کریں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کما حقّہٗ کریں گے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ. وہ رسول نبی اُمی کیسے ہیں؟ ان کے فرائضِ منصبی کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو چیز حقیقی اور حکمی طور پر پاکیزہ ہو گی وہ حلال ہو گی اور جو چیز حقیقی اور حکمی طور پر ناپاک ہو گی وہ حرام ہو گی۔

آگے فرمایا:۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اور رسول نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھوں پر سے رسم و رواج کے، بعض سخت احکام کے اور بعض خود ساختہ حرام کردہ چیزوں کے بوجھ کو اتار رہے ہیں اور تقلید کے جو طوق ان کے گلے میں پڑے ہوئے تھے ان کو توڑ رہے ہیں۔

یہ تو تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ منصبی اب لوگوں کے فرائضِ منصبی سنیئے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : فَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ جو لوگ ان پر ایمان لائے، ان کا احترام کیا، ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان پر نازل کیا گیا ہے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

فلاح ونجات پانے کی یہ چار شرائط ہیں :۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا،
۲۔ ان کا احترام کرنا،
۳۔ ان کی مدد کرنا، اور
۴۔ اس شریعت کی پیروی کرنا جس کو دے کر وہ بھیجے گئے ہیں۔

جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ فلاح پائے گا، جنّت میں جائے گا اور جس شخص میں یہ چار باتیں نہیں ہوں گی وہ نہ فلاح پائے گا اور نہ جنّت میں جائے گا۔

ان چار باتوں کا مجموعی طور پر ہونا ضروری ہے۔ اگر ان چار میں سے ایک بھی بات نہیں ہوگی تو فلاح نہیں ملے گی۔ ان چار باتوں میں سے ایک احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتا وہ فلاح نہیں پائے گا یعنی وہ جنّت میں نہیں جائے گا۔

غور کیجئے یہ کتنی بڑی عظمت ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں کرتا وہ جنّت میں نہیں جائے گا۔

آیتِ زیرِ درس کے ابتدائی الفاظ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے رحمت ملے گی اور آیت کے آخری الفاظ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے فلاح ملے گی اور رحمت اور فلاح کا نتیجہ جنّت ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور احترام کا بدلہ جنّت ہے۔ اتباع واحترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنّت لازم وملزوم ہیں۔ اتباع اور احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر جنّت نہیں ملے گی۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا جو لوگ اللہ کے شعائر کی تعظیم کریں تو یہ دلوں

مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج - ۳۲) کے تقویٰ کی علامت ہے۔

ثابت ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کردہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے وہ متقی ہے یعنی شعائر اللہ کی تعظیم وہی کرے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس نسبت سے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں لہٰذا آپ کی تعظیم و تکریم وہی شخص کرے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا، جو متقی ہوگا اور متقین کے لئے جنت تیار کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران - ۱۳۳)

اور (اے لوگو) اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے تیزی سے آؤ جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

جنت متقیوں کے لئے ہے اور متقی وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شعائر اللہ کا احترام کرتے ہیں۔ نتیجہ وہی نکلا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں کرتا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی ہدایت کی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (الحجرات - ۱)

اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت کا مضمون صاف ہے۔ بس جتنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں وہی دین ہے۔ اس سے آگے بڑھنا الحاد اور بے دینی ہے۔

اس آیت کا شان نزول بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان کی غمازی کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بنو تمیم قبیلہ کا ایک وفد آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ قعقاع کو ان پر امیر بنا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اقرع کو امیر بنا دیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: تم نے میری مخالفت میں یہ بات کہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: نہیں میں نے تمہاری مخالفت میں یہ رائے نہیں دی ہے۔ بات بڑھ گئی اور

دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ان میں سے ایک آیت تو آپ کے سامنے تلاوت کی جاچکی ہے یعنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (الحجرات - ۱)

اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر الحجرات جزء ۶ صـ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا منشاء یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم سے پوچھا نہیں تو تم نے خود مشورہ کیوں دیا۔ تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھ گئے۔ جب اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے پوچھیں تو مشورہ دیا کرو۔ جب انہوں نے پوچھا نہیں تو تم نے مشورہ کیوں دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی اہمیت اور عظمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول نہیں سکتے جب تک وہ پوچھیں نہیں۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ اللہ سے ڈرتے رہو، إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سن بھی لیتا ہے اور جان بھی لیتا ہے تو اس کو یقیناً تمہاری باتوں کا علم ہو جائے گا۔ تم نے اگر خلاف ورزی کی تو یاد رکھو وہ تمہاری باتوں سے غافل نہیں ہوگا۔ اس کی پکڑ سے ڈرتے رہو۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے۔

(۳) آگے فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○

(الحجرات - ۲ و ۳)

اے ایمان والو، اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ان سے بات کرتے وقت اتنے زور سے بات نہ کیا کرو جتنے زور سے تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بھی بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے غصہ کی

طرف بھی اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس آواز کے ساتھ بول رہے ہوں اس آواز کے مقابلہ میں اپنی آواز کو پست رکھو۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بیان ہے اور اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو) میں غصہ کا اظہار ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کر لینا اتنی بڑی بے ادبی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا بلکہ اس کی سزا میں آواز کو بلند کرنے والوں کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ جب سارے اعمال ہی ضائع ہو گئے تو نجات کیسے ہوگی۔ نجات و فلاح تو اعمال ہی کے صلہ میں ملتی ہے۔ جب اعمال ہی نہیں رہے تو نجات و فلاح ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مزید برآں غصہ کا یہ عالم ہے کہ جس کے اعمال ہی ضائع کر دئے جائیں گے اسے مطلع بھی نہیں کیا جائے گا کہ تمہارے اعمال ضائع ہو گئے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو تقوے کے لئے جانچ لیا ہے یعنی ان کی جانچ کر لی ہے کہ یہ لوگ واقعی متقی ہیں اور ہدایت کا وعدہ متقیوں کے لئے ہے اور جنت کا وعدہ بھی متقیوں کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ	(البقرہ - ۲)	ہدایت متقیوں کے لئے ہے۔
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (محمد - ۱۵)		جنت کی مثال جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے۔

الغرض جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں وہی متقی ہیں اور جنت متقیوں کے لئے ہے یعنی جو لوگ ایسی بے ادبی کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو بلند کریں وہ جنتی نہیں ہو سکتے۔

(۴) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور - ۶۳)	(اے ایمان والو) رسول کے بلانے کو اس طرح نہ سمجھو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کو سمجھتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان کے بلانے کو بھی عظمت

واہمیت دی جائے۔ ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ فوراً ان کے بلانے پر لبیک کہا جائے۔ کوئی بہانہ لبیک کہنے پر اثر انداز نہ ہو۔ کوئی بہانہ فوراً لبیک کہنے سے مانع نہ ہو۔

⑤ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال - ۲۴)

اے ایمان والو، جب اللہ اور رسول تمہیں ایسے کام کے لئے بلائیں جو (دنیا اور آخرت میں) تمہارے لئے حیات بخش ہو تو فوراً جواب دیا کرو۔

حیات بخش سے کیا مراد ہے۔ دنیا کی زندگی بھی اچھی ہو اور آخرت کی زندگی بھی اچھی ہو۔ اصل میں تو آخرت کی زندگی ہی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۶۴)

بے شک دارِ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ کاش انہیں علم ہوتا۔

پھر آخرت کی زندگی میں بھی اصل زندگی جنّت کی زندگی ہے۔ دوزخ کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ (سبح اسم ربك الاعلیٰ - ۱۳)

پھر (دوزخی) دوزخ میں نہ مرے گا اور نہ زندہ ہی رہے گا۔

دوزخ کی زندگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے :۔

يَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (ابراہیم - ۱۷)

دوزخی کو ہر طرف سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرے گا نہیں۔

الغرض جنّت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ دوزخی کہے گا :۔

يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ (والفجر ۲۴)

اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجدیا ہوتا۔

یعنی جنّت کی زندگی کے لئے نیک عمل کئے ہوتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہوتی۔ ان کی پکار پر لبیک کہا ہوتا تو مجھے دائمی عیش وراحت کی زندگی ملتی لیکن اس وقت افسوس کرنے سے کیا ہوگا۔ اس وقت افسوس کرنا بے سود ہوگا۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بلائیں تو فوراً جواب دینا ہوگا۔ حضرت ابوسعید بن المعلیٰؓ کہتے ہیں :۔

كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْہُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ فَقَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب جزء ۶ صفحہ ۲)

علیہ وسلم نے مجھے پکارا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ (نماز کا سلام پھیرنے کے بعد) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لئے جواب نہ دے سکا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے (اے ایمان والو) جب اللہ اور رسول تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے حیات بخش ہو تو (فوراً) جواب دیا کرو۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بلائیں تو فوراً جواب دینا چاہیئے خواہ جس کو بلایا جائے وہ نماز ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔

کیا شان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کیا عظمت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

احترامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں آپ نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں، اب ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے سلسلہ میں صحابہ کرام کا طرزِ عمل دیکھیئے:۔

(۶) حضرت مسورؓ فرماتے ہیں:۔

اِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجھاد جزء ۳ صفحہ ۲۵۴)

جب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بات کرتے تھے تو آپ کے پاس جو صحابہ ہوتے تھے وہ اپنی آوازوں کو پست کر لیا کرتے تھے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔

دیکھا آپ نے صحابہ کرام کتنا ادب کرتے تھے۔

(۷) حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَآءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقُوْلَ عَلَیْہِ مَالَمْ یَقُلْ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی قتل الخوارج جزء اول صفحہ ۴۲۹ واللفظ لہ و صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب علامات النبوۃ جزء ۴ صفحہ ۲۲۴)

مجھے آسمان سے گر جانا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کروں جو آپ نے نہیں کہی ہو۔

کتنا ادب ہے، کتنا احترام ہے۔ تین چار منزلہ عمارت سے اگر کوئی گر جائے تو بچ نہیں سکتا تو

بھلا آسمان سے گر جانے کے بعد کیا بچے گا۔ کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ حضرت علیؓ کو اپنی اس قدر تباہی پسند ہے لیکن یہ پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کریں جو آپ نے نہیں فرمائی ہو۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کو منسوب کرنا اتنی بڑی تباہی کا سبب ہے جس تباہی کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کا منسوب کرنا جو آپ نے نہیں فرمائی ہو اتنی بڑی تباہی کا سبب کیوں ہے؟ یہی چیز تو آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔

(۸) حضرت عبید بن عمرؓ کہتے ہیں :-

اِنَّ اَبَا مُوْسَى اسْتَاْذَنَ عَلٰى عُمَرَ ثَلَاثًا فَكَانَّهٗ وَجَدَهٗ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ (صحیح مسلم کتاب الآداب باب الاستئذان جزء ۲ ص۲۱۳)

حضرت ابو موسیٰؓ (حضرت عمرؓ کے ہاں گئے۔ انہوں) نے حضرت عمرؓ سے تین مرتبہ اجازت طلب کی۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو مشغول پایا لہٰذا وہ لوٹ گئے۔

جملۂ معترضہ کسی کے گھر جا کر سلام کر کے اجازت طلب کرے۔ اگر جواب نہ ملے تو دوبارہ سلام کر کے اجازت طلب کرے۔ اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو تیسری مرتبہ سلام کرے اور اجازت طلب کرے۔ اگر تیسری مرتبہ سلام کرنے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو واپس چلا آئے۔ یہ ہے اسلام کا ضابطہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (النور ۔ ۲۷)

اے ایمان والو، اپنے گھروں کے علاوہ (دوسروں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک (ان سے) اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔

اجازت لینے کا یہ طریقہ فرض ہے لیکن اس پر عمل مفقود ہے۔ جماعت المسلمین نے اس طریقہ کو زندہ کیا ہے اور ایک اسی فرض کو زندہ نہیں کیا بلکہ فرائض اور سنن کی ایک کثیر تعداد کو زندہ کیا۔ اس سلسلہ میں میں نے ناظم آباد کے عید گاہ میدان میں ایک تقریر کی تھی جس کا عنوان تھا "اسلام پر دبیز پردے" (ہمارا پمفلٹ "اسلام پر دبیز پردے" ملاحظہ ہو)۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ حضرت ابو موسیٰؓ تین سلام کر کے لوٹ گئے۔ جب حضرت عمرؓ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو کہا: ابو موسیٰؓ کو بلاؤ۔ حضرت ابو موسیٰؓ آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا:

مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ (صحیح مسلم   کس چیز نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا جو تم نے

جزء ۲ صفحہ ۲۶۳) کیا (یعنی تم کیوں چلے گئے)

حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا :-

إِسْتَأْذَنْتُ كَمَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الآداب باب الاستئذان جزء ۲ صفحہ ۲۶۲)

میں نے اسی طرح اجازت طلب کی جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

حضرت عمرؓ نے کہا :-

فَوَاللهِ لَاُوْجِعَنَّ ظَهْرَكَ وَبَطْنَكَ أَوْ لَتَأْتِيَنَّ بِمَنْ يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا (صحیح مسلم جزء ۲ صفحہ ۲۶۲)

اللہ کی قسم میں تمہاری پیٹھ اور تمہارے پیٹ پر ماروں گا یا تم ایسے آدمی کو لاؤ جو اس معاملہ میں تمہارے لئے گواہی دے۔

حضرت ابو موسیٰؓ حضرت ابو سعیدؓ کو لے کر آئے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے کہا :-

قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا (صحیح مسلم جزء ۲ صفحہ ۲۶۲)

میں نے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے سنا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا :-

إِنِّيْ لَمْ اَتَّهِمْكَ وَلٰكِنَّ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَشَدِيْدٌ (صحیح ابی داؤد ابواب النوم باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان جزء ۳ صفحہ ۹۷۴)

میں نے تم پر (جھوٹ کی) تہمت نہیں لگائی تھی۔ میں نے تحقیق اس لئے کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات کا نقل کرنا بڑا سخت (معاملہ) ہے۔

یعنی تم نے جس ہستی کی طرف یہ بات منسوب کی تھی وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ وہ بڑی عظمت والے انسان تھے۔ ان کی ہر بات دین کا ایک ضابطہ ہے۔ میں نے یہ چاہا کہ کسی شخص کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ کسی بھی بات کو گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دے اور وہ بات دین کا ایک جزء بن جائے۔

(۹) حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں :-

كُنَّا إِذَا قَعَدْنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَرْفَعْ رُءُوْسَنَا إِعْظَامًا لَهُ (حاکم کتاب العلم باب الامر بتوقیر العالم جزء اول صفحہ ۱۲۱۔ سندہ صحیح)

ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے تو اپنے سروں کو آپ کی تعظیم کی وجہ سے اوپر نہیں اٹھاتے تھے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر ادب واحترام کرتے تھے۔

⑩ حضرت حارثؓ نے حضرت عمرؓ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کا جواب دیا تو حضرت حارثؓ کہنے لگے: میں نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھا تھا، آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے (غصہ سے) فرمایا:۔

اَرِبْتَ عَنْ یَدَیْکَ سَأَلْتَنِیْ عَنْ شَیْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِکَیْمَا اُخَالِفَ (ابوداؤد کتاب الحج باب الحائض تخرج بعد الافاضۃ جزء اول ص۲۸۱ سندہٗ حسن)

تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکے تھے۔ میں (آپ کے) خلاف کیسے کہہ سکتا ہوں۔

حضرت عمرؓ سمجھتے تھے اور مانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی عظیم الشان ہستی ہے کہ آپ سے پوچھنے کے بعد پھر کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی اور اگر کوئی پوچھتا ہے تو وہ ادب کے خلاف بات کرتا ہے۔ اس کا یہ فعل احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ اس پوچھنے والے پر برہم ہوئے اور اسے بددعاء دے دی۔

⑪ حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں:۔

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُءُوْسِهِمُ الطَّیْرُ (ابوداؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی جزء ۲ ص۱۸۳۔ سندہٗ صحیح)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے اصحاب (اس طرح بیٹھے ہوئے تھے) گویا ان کے سروں پر پرندے (بیٹھے) ہیں۔

دیکھا آپ نے صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

اگلا عنوان ہے سراجِ منیر یعنی روشن چراغ کا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ وَّدَاعِیًا اِلَی

اے نبی، ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی اجازت

اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ یا حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے)۔ (الاحزاب - ۴۵ و ۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہیں۔ ایک گواہی تو وہ ہوگی جو میدانِ محشر میں آپ دیں گے کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی قوم کو اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچایا تھا اور ایک گواہی یہ ہے کہ جس چیز یا بات کو آپ کہہ دیں حق ہے تو حق ہے گویا آپ حق کے گواہ ہیں۔ جس چیز کو آپ حلال کہہ دیں وہ حلال ہے اور جس چیز کو آپ حرام کہہ دیں وہ حرام ہے۔ آپ کی بات حرفِ آخر ہے۔ کسی کو چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔ آپ کی گواہی کو ماننا پڑے گا۔ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وہ حق ہے، وہ دین کا ایک ضابطہ ہے اور جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملے وہ باطل ہے، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دین کامل ہے اور وہ دو ہی چیزوں میں کامل ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ نہ کوئی تیسری چیز دین میں شامل تھی اور نہ اب شامل ہو سکتی ہے۔ جماعت المسلمین اسی چیز کی دعوت دے رہی ہے۔ جماعت المسلمین کی دعوت یہ ہے کہ دین صرف قرآن مجید اور حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے۔ اگر دین میں تیسری چیز شامل کریں گے تو یہ فعل شرک فی الدّین کہلائے گا۔ دین کامل ہے۔ اس میں رائے، فتوے اور قیاس کی گنجائش نہیں۔ مذاہب کامل نہیں ہیں۔ ان میں فتوے شامل کئے جا رہے ہیں اور قیامت تک شامل کئے جاتے رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبشر یعنی بشارت دینے والا بنا کر بھیجا۔ بشارت کیا ہے؟ بشارت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرو گے تو فلاح ملے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھو گے تو جنّت اور مغفرت ملے گی۔

اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذیر بنا کر بھیجا یعنی ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا، متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔ آپ نے بتایا کہ کفر کرو گے، شرک کرو گے تو ابدالآباد تک جہنّم میں جلتے رہو گے۔ اگر کوئی اور گناہ کا کام کرو گے تو بھی سزا ملے گی۔

آگے فرمایا "وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ" اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اجازت بلکہ اپنے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے کے لئے اللہ تعالےٰ کی اجازت یا حکم کی ضرورت ہے۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو تو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے دین کی دعوت دیں اور عام مسلمین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے حکم دیا جاتا ہے یا اجازت دی جاتی ہے کہ وہ دین کو

پہنچائیں۔ اللہ کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً (صحیح بخاری) میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت سہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ (صحیح بخاری کتاب العلم) خبردار! تم میں سے جو شخص یہاں موجود ہے اُسے چاہیئے کہ (میری باتیں) اس کو پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ میں چونکا دینے والا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (والعصر۔ ۱ تا ۳) عصر کی قسم بے شک ہر انسان نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور جو ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم دین کو پہنچائیں۔ اِنہی احکام کی بنیاد پر ہر مسلم پر اللہ کی طرف بلانا اور دین کی تبلیغ کرنا فرض ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف نہیں بلاتا اور دین کی تبلیغ نہیں کرتا وہ نقصان میں رہے گا۔

اس آیت کی ذیل میں جس مرکب توصیفی پر مجھے کچھ کہنا تھا وہ ہے "سراجاً منیرًا" درمیان میں کچھ دوسری باتیں زیرِ بحث آگئیں۔

سراج منیر کے معنیٰ ہیں" روشن چراغ "یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن چراغ ہیں۔ ہر کتاب کو پڑھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتاب تو ہے قرآن مجید اور جس چراغ کی روشنی میں قرآن مجید کو پڑھا جائے وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس۔ اگر قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی یعنی آپ کی سیرت اور احادیث کی روشنی میں نہ پڑھا جائے تو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احادیث کی روشنی میں قرآن مجید کو نہ پڑھا جائے تو ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ اللہ نے مؤمنین پر (بڑا) احسان کیا کہ ان میں

فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران-١٦٤)

انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان (کے قلوب) کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں (مبتلا) تھے۔

غور کیجئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلّمِ کتاب وحکمت بنا کر بھیجا گیا ہو اس سے زیادہ بڑا کتاب وحکمت کا عالم کون ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو یہ منصب ملا ہی نہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قرآن مجید کی تشریح کیسے کر سکتا ہے اور اگر کوئی شخص ایسی جرأت کر بیٹھے تو اس کی تشریح گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ الغرض قرآن مجید سراج منیر کی روشنی میں پڑھنے سے تو ہدایت ملے گی اور جو شخص سراج منیر یعنی احادیث کی روشنی میں قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ وہ سراسر نقصان میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

(البقرۃ - ٢٣٨)

(تمام) نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے رہو خصوصًا بیچ والی نماز کی اور (نماز میں) اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

آیت تو سب ہی پڑھتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ صلوٰۃ کیا چیز ہے؟ اس کو کس طرح قائم کیا جائے؟ ان سوالوں کا جواب کون دیگا؟ ان سوالوں کا جواب سوائے معلّمِ کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون دے سکتا ہے اور اگر دے بھی تو اس کے جواب کو معلّمِ کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے مقابلہ میں کون تسلیم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرۃ - ٢٣٩)

پھر اگر تمہیں (دشمن کا) خوف ہو (اور تم نماز کو اس کے پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کر سکو) تو پیدل یا سواری پر (جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لو) پھر جب تمہیں امن نصیب ہو تو اللہ کا ذکر اسی طریقے سے کرو جس طریقے سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے اور جس کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے۔

نماز کے طریقہ کی تعلیم کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا لیکن قرآن مجید میں یہ طریقہ مذکور نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آخر یہ طریقہ کہاں بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں دئے ہوئے طریقہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ طریقہ من جانب اللہ وحی ہے لیکن سکھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قرآن مجید کی شارح ہیں۔ بغیر احادیث کے قرآن مجید نہیں سمجھا جا سکتا۔

ایک مقولہ مشہور ہے "حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے"۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو اس مقولہ کا منشاء بتاؤں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ معترضین اس کا کیا مطلب و منشا بیان کرتے ہیں۔ معترضین بھی الا ماشاء اللہ اس کا مطلب و منشاء جانتے ہیں لیکن کم علم یا جاہل لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان کو حدیث سے "متنفر" کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں حدیث کا تو کوئی قصور نہیں زیادہ سے زیادہ مقولہ کے قائل کا قصور ہو سکتا ہے۔

معترضین کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن مجید مجرم کے کٹھڑے میں کھڑا ہے اور حدیث قاضی یا جج ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حدیث جو قاضی ہے اس مجرم کے حق میں کیا فیصلہ سناتی ہے۔ کتنا نازیبا ہے یہ مطلب جو یہ بیان کرتے ہیں۔

لغت میں ایک لفظ کے کئی معنیٰ ہوتے ہیں۔ اصطلاح میں اور خود ساختہ اصطلاح میں بھی کئی معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً لفظ "صلوٰۃ" کو لیجئے اس کے کتنے معنی ہیں:۔

(۱) اس کے معنی ہیں نماز یا پنج وقتہ عبادت۔

(۲) صلوٰۃ کے معنیٰ صلوٰۃ و سلام کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی اقیموا الصّلوٰۃ کے معنی ہیں "محفلِ صلوٰۃ و سلام" قائم کرو۔

(۳) صلوٰۃ کے معنی ہیں "دعاء" لہذا "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی یہ ہوئے کہ "دعاء کی محفل قائم کرو" جیسے آجکل رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی کسی بھی طاق رات میں خصوصاً ستائیسویں شب کو قائم کی جاتی ہے جو سنّت سے ثابت نہیں۔

(۴) ایک صاحب نے اقیموا الصّلوٰۃ کے یہ معنیٰ کئے ہیں کہ "نظام ربوبیت یعنی اشتراکیت (کمیونزم)" قائم کرو۔

(۵) ایک صاحب نے اقیموا الصلوٰۃ کے معنی کئے کہ "صبح و شام فوجی پریڈ کیا کرو"۔

(۶) صلوٰۃ کے معنی ہیں "رحمت" تو "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی ہوئے رحمت کے حصول کے لئے محفل قائم کرو۔

(۷) صلوٰۃ کے معنیٰ ہیں "اچھی تعریف کرنا" لہٰذا "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی ہوئے "اللہ کی یا کسی اور کی تعریف بیان کرنے کے لئے مجلس قائم کرنا"۔

(۸) صلوٰۃ کے معنیٰ ہیں وہ ہڈی جس پر دونوں کولہے قائم ہیں کیونکہ نماز میں "صلوین" (یعنی دونوں ہڈیاں) ہلتی ہیں اس لئے نمازی کو مُصَلّی اور نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ ناچنے میں بھی یہ دونوں ہڈیاں ہلتی ہیں لہٰذا ناچنے والے کو بھی مصلّی کہہ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے صلوٰۃ کے معنیٰ ہوئے "ناچنا" اور اقیموا الصلوٰۃ کے معنی ہوئے "رقص کی محفل قائم کرو"۔

اس طرح "اقیموا الصلوٰۃ" کے آٹھ معانی ہوئے۔ اب کون فیصلہ کریگا کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق کون سے معنی صحیح ہیں۔ یہ فیصلہ حدیث کریگی یعنی حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے یعنی حدیث کتاب اللہ کے مختلف معانی میں سے اس معنی کے صحیح ہونے کا فیصلہ کرے گی جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوگا۔ یہ ہے صحیح مطلب اس مقولہ کا کہ "حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے"۔ حدیث نے فیصلہ کیا کہ کتاب اللہ کے جملہ "اقیموا الصلوٰۃ" کا مطلب یہ ہے کہ "نماز قائم کرو" لہٰذا یہی معنیٰ صحیح ہیں اور امتِ مسلمہ اسی پر عمل کریگی۔ باقی تمام معانی مسترد کر دئے جائیں گے۔

"سراجِ منیر" کی کچھ تشریح میں نے کردی ہے لیکن ابھی یہ مضمون باقی ہے اور وقت تقریباً ختم ہو چکا ہے اس بچے ہوئے وقت میں مکمل تشریح نہیں ہو سکتی لہٰذا اس مضمون کی تکمیل ان شاء اللہ آئندہ تقریر میں کی جائے گی۔

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں غیر مسلم دانشور کیا خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ذرا اس کا بھی بیان سن لیجئے:

آر وی سی (R.V.C) بوڈلے لکھتے ہیں:۔

"بطور جنرل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رتبہ بہت بلند ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے برتر تھے۔"

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلا شبہ عظیم سپہ سالار شجاع اور جنگی مدبر تھے۔"

(THE MASSENGER 1954)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۱۹ و ص۲۱ و ص۲۲)

آر، ڈبلیو سوڈرن لکھتے ہیں:۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساحر کہنے والے...... آج یہ سوچنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ دنیا نے ان جیسا کوئی دوسرا مذہبی رہنما پیدا کیا ہے؟"

(WESTERN VIWS OF ISLAM IN MIDLE AGES, 1962)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص ۱۷)

آر لینڈ اوڈ لکھتے ہیں :-

"(آپ کی زندگی میں) روحانی اور مادّی فتوحات کا ایک ایسا راستہ کھل چکا تھا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

(ISLAM & THE ARABS 1958)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص ۲۴)

اے، گیلیوم لکھتے ہیں :-

"تاریخ انسانی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے۔"

(ISLAM PUB 19)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص ۶۴)

تھامس کارلائل لکھتے ہیں :-

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بطور ہیرو اس لئے تسلیم کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی وہ بننے کی کوشش نہیں کی جو وہ نہیں تھے۔"

(HEROES AND HEROWORSHIP)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص ۷۸ و ص ۷۹)

جی، ڈبلیو، لائیٹنر لکھتے ہیں :-

"حقیقت یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت اور ذات میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کشش اور جاذبیت میں بنی نوع انسانی کے لئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"

(MOHAMMADANISM AND RELIGIOUS SYSTEMS OF THE WORLD.)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص ۹۲ و ص ۹۳)

سر ولیم میور لکھتے ہیں :-

"یہ دیکھنے اور ثابت کرنے کے لئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پایۂ استقلال میں لغزش پیدا ہوئی اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں گے تو یہ ایک بے کار عمل ہوگا کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرہ برس جو جد وجہد...... حوصلہ شکنی، دھمکیوں، خطروں، استبداد اور سزاؤں کے مقابلہ میں جاری رکھی...... اس کی کوئی مثال تاریخ پیش نہیں کرسکتی۔
ناقابل یقین اذیتوں اور تکلیفوں کے باوجود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے عقیدہ کا پرچم بلند رکھا۔"

(LIFE OF MOHAMMAD, 1861)

(ایک عالم ہے ثناءخواں آپ کا ص ۱۰۹)

متعصب ہونے کے باوجود ولیم میور نے حقائق کا کتنی فراخ دلی سے اع[illegible] یہ ہے۔
جنگ احد، طائف، صلح حدیبیہ اور بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہادری، صبر، استقلال، عفو و درگذر، سچائی وغیرہ کے ایسے اَن مٹ نقوش تاریخ کے اوراق پر چھوڑے ہیں جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے اور یہی عظمت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

(حٰمٓ السجدة ـ ۳۳)

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بے شک میں مسلمین میں سے ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

کیا ہم مُسلِمین کو مجرِمین

کے مانند قرار دیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

حٰم السجدة ۴۱

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے،
عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بے شک میں مسلمین میں سے ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمتِ رسول

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قسط

۵

تقریر :- جناب مسعودؔ احمد

جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵

"سراجِ منیر"

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کی یہ پانچویں تقریر ہے، قبل ازیں چوتھی تقریر میں دو عنوانات پیش کئے گئے تھے جن میں احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا عنوان "سراجاً منیرا" تھا جس کا کچھ حصہ پمفلٹ ۴ میں شائع ہو چکا ہے۔

موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر شائع شدہ کچھ حصہ کو بھی زیر نظر پمفلٹ میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ تسلسل برقرار رہے۔

سراجِ منیر یعنی روشن چراغ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ○
(الاحزاب - ۴۵ و ۴۶)

اے نبی، ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی اجازت یا حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہیں۔ ایک گواہی تو وہ ہو گی جو میدانِ محشر میں آپ دیں گے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی قوم کو اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچایا تھا اور ایک گواہی یہ ہے کہ جس چیز یا بات کو آپ کہہ دیں حق ہے تو حق ہے گویا آپ حق کے گواہ ہیں۔ جس چیز کو آپ حلال کہہ دیں وہ حلال ہے اور جس چیز کو آپ حرام کہہ دیں وہ حرام ہے۔ آپ کی بات حرفِ آخر ہے۔ کسی کو چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔ آپ کی گواہی کو ماننا پڑے گا۔ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وہ حق ہے، وہ دین کا ایک ضابطہ ہے اور جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملے وہ باطل ہے، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دین کامل ہے اور وہ دو ہی چیزوں میں کامل ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ نہ کوئی تیسری چیز دین میں شامل تھی اور نہ اب شامل ہو سکتی ہے۔ جماعت المسلمین اسی چیز کی دعوت دے رہی ہے۔ جماعت المسلمین کی دعوت یہ ہے کہ دین صرف قرآن مجید اور حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے۔ اگر دین میں تیسری چیز شامل کریں گے تو یہ فعل شرک فی الدین کہلائے گا۔ دین کامل ہے۔ اس میں رائے، فتوے اور قیاس کی گنجائش نہیں۔ مذاہب کامل نہیں ہیں۔ ان میں فتوے شامل کئے جا رہے ہیں اور قیامت تک شامل کئے جاتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبشر یعنی بشارت دینے والا بنا کر بھیجا۔ بشارت کیا ہے؟ بشارت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرو گے تو فلاح ملے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھو گے تو جنّت اور مغفرت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذیر بنا کر بھیجا یعنی ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا، متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔ آپ نے بتایا کہ کفر کرو گے، شرک کرو گے تو ابدالآباد تک جہنّم میں جلتے رہو گے۔ اگر کوئی اور گناہ کا کام کرو گے تو بھی سزا ملے گی۔

آگے فرمایا "وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ" اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اجازت بلکہ اپنے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی اجازت یا حکم کی ضرورت ہے۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو تو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے دین کی دعوت دیں اور عام مسلمین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے حکم دیا جاتا ہے یا اجازت دی جاتی ہے کہ وہ دین کو پہنچائیں۔ اللہ کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً (صحیح بخاری) — میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت سہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ (صحیح بخاری کتاب العلم) — خبردار! تم میں سے جو شخص یہاں موجود ہے اُسے چاہیئے کہ (میری باتیں) اس کو پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں چونکا دینے والا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ — عصر کی قسم بے شک ہر انسان نقصان میں ہے
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (والعصر۔ ۱تا۳)

نے نیک عمل کئے اور جو ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم دین کو پہنچائیں. انہی احکام کی بنیاد پر ہر مسلم پر اللہ کی طرف بلانا اور دین کی تبلیغ کرنا فرض ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف نہیں بلاتا اور دین کی تبلیغ نہیں کرتا وہ نقصان میں رہے گا۔

اس آیت کی ذیل میں جس مرکب توصیفی پر مجھے کچھ کہنا ہے وہ ہے "سراجًا منیرًا"

سراج منیر کے معنیٰ ہیں" روشن چراغ "یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن چراغ ہیں۔ ہر کتاب کو پڑھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے. کتاب تو ہے قرآن مجید اور جس چراغ کی روشنی میں قرآن مجید کو پڑھا جائے وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس۔ اگر قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی یعنی آپ کی سیرت اور احادیث کی روشنی میں نہ پڑھا جائے تو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احادیث کی روشنی میں قرآن مجید کو نہ پڑھا جائے تو ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (اٰل عمران۔۱۶۴)

اللہ نے مؤمنین پر (بڑا) احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان (کے قلوب) کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں (مبتلا) تھے۔

غور کیجئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلّمِ کتاب و حکمت بنا کر بھیجا گیا ہو اس سے زیادہ بڑا کتاب و حکمت کا عالم کون ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو یہ منصب ملا ہی نہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قرآن مجید کی تشریح کیسے کرسکتا ہے اور اگر کوئی شخص ایسی جرأت کر بیٹھے تو اس کی تشریح گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ الغرض قرآن مجید سراج منیر کی روشنی میں پڑھنے سے تو ہدایت ملے گی اور جو شخص سراج منیر یعنی احادیث کی روشنی میں قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ وہ سراسر نقصان میں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

(البقرۃ - ۲۳۸)

(تمام) نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے رہو خصوصًا بیچ والی نماز کی اور (نماز میں) اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

آیت تو سب ہی پڑھتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ صلوٰۃ کیا چیز ہے؟ اس کو کس طرح قائم کیا جائے؟ ان سوالوں کا جواب کون دیگا؟ ان سوالوں کا جواب سوائے معلم کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون دے سکتا ہے اور اگر دے بھی تو اس کے جواب کو معلم کتاب وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے مقابلہ میں کون تسلیم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرۃ - ۲۳۹)

پھر اگر تمہیں (دشمن کا) خوف ہو (اور تم نماز کو اس کے پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کر سکو) تو پیدل یا سواری پر (جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لو) پھر جب تمہیں امن نصیب ہو تو اللہ کا ذکر اسی طریقہ سے کرو جس طریقہ سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے اور جس کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے۔

نماز کے طریقہ کی تعلیم کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا لیکن قرآن مجید میں یہ طریقہ مذکور نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آخر یہ طریقہ کہاں بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں دئیے ہوئے طریقہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ طریقہ من جانب اللہ ہے لیکن سکھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا طریقہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قرآن مجید کی شارح ہیں۔ بغیر احادیث کے قرآن مجید نہیں سمجھا جا سکتا۔

ایک مقولہ مشہور ہے "حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے"۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو اس مقولہ کا منشاء بتاؤں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ معترضین اس کا کیا مطلب و منشا بیان کرتے ہیں۔ معترضین بھی الا ماشاء اللہ اس کا مطلب و منشاء جانتے ہیں لیکن کم علم یا جاہل لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان کو حدیث سے متنفّر کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں حدیث کا تو کوئی قصور نہیں زیادہ سے زیادہ مقولہ کے قائل کا قصور ہو سکتا ہے۔

معترضین کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن مجید مجرم کے کٹہرے میں کھڑا ہے اور حدیث قاضی یا جج ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حدیث جو قاضی ہے اس مجرم کے حق میں کیا فیصلہ سناتی ہے۔ کتنا نازیبا ہے یہ مطلب جو یہ بیان کرتے ہیں۔

لغت میں ایک لفظ کے کئی معنیٰ ہوتے ہیں۔ اصطلاح میں اور خود ساختہ اصطلاح میں بھی کئی معنیٰ ہو سکتے ہیں. مثلاً لفظ "صلوٰۃ" کو لیجئے اس کے کتنے معنی ہیں:۔

(۱) اس کے معنی ہیں نماز یا پنج وقتہ عبادت۔

(۲) صلوٰۃ کے معنیٰ صلوٰۃ وسلام کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی اقیموا الصّلوٰۃ کے معنی ہیں "محفلِ صلوٰۃ وسلام" قائم کرو۔

(۳) صلوٰۃ کے معنی ہیں "دعاء" لہٰذا "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی یہ ہوئے کہ "دعاء کی محفل قائم کرو" جیسے آجکل رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی کسی بھی طاق رات میں خصوصاً ستائیسویں شب کو قائم کی جاتی ہے جو سنّت سے ثابت نہیں۔

(۴) ایک صاحب نے اقیموا الصّلوٰۃ کے یہ معنیٰ کئے ہیں کہ "نظام ربوبیت یعنی اشتراکیت (کمیونزم)" قائم کرو۔

(۵) ایک صاحب نے اقیموا الصلوٰۃ کے معنی کئے کہ "صبح وشام فوجی پریڈ کیا کرو"۔

(۶) صلوٰۃ کے معنی ہیں "رحمت" تو "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی ہوئے رحمت کے حصول کے لئے محفل قائم کرو۔

(۷) صلوٰۃ کے معنیٰ ہیں "اچھی تعریف کرنا" لہٰذا "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی ہوئے "اللہ کی یا کسی اور کی تعریف بیان کرنے کے لئے مجلس قائم کرنا"۔

(۸) صلوٰۃ کے معنیٰ ہیں وہ ہڈی جس پر دونوں کولہے قائم ہیں کیونکہ نماز میں "صلوین" (یعنی دونوں ہڈیاں) ہلتی ہیں اس لئے نمازی کو مُصَلّی اور نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ ناچنے میں بھی یہ دونوں ہڈیاں ہلتی ہیں لہٰذا ناچنے والے کو بھی مصلّی کہہ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے صلوٰۃ کے معنیٰ ہوئے "ناچنا" اور اقیموا الصلوٰۃ کے معنی ہوئے "رقص کی محفل قائم کرو"۔

اس طرح "اقیموا الصلوٰۃ" کے آٹھ معانی ہوئے۔ اب کون فیصلہ کریگا کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق کون سے معنی صحیح ہیں۔ یہ فیصلہ حدیث کریگی یعنی حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے یعنی حدیث کتاب اللہ کے مختلف معانی میں سے اس معنی کے صحیح ہونے کا فیصلہ کرے گی جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوگا۔ یہ ہے صحیح مطلب اس مقولہ کا کہ "حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے"۔ حدیث نے فیصلہ کیا کہ کتاب اللہ کے جملہ "اقیموا الصلوٰۃ" کا مطلب یہ ہے کہ "نماز قائم کرو" لہٰذا یہی معنیٰ صحیح ہیں اور

امّتِ مسلمہ اسی پر عمل کرے گی۔ باقی تمام معانی مسترد کر دئیے جائیں گے۔
یہاں تک تو صرف ایک نماز ہی کے مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے جبکہ قرآن مجید میں بے شمار قوانین و فرائض ایسے ہیں جنہیں احادیث کی روشنی میں نہ سمجھا جائے تو قرآن مجید بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا۔
جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی تشریح آپ کرتا ہے لہذا ہمیں مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں، یہ دعویٰ خود اپنی جگہ ایک بہت بڑا دھوکہ اور فریب ہے کیونکہ یہ لوگ آج تک نہیں بتا سکے کہ صلاۃ کسے کہتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ان کی وجہ سے الحاد اپنی جڑیں مضبوط کرتا جا رہا ہے اور بے دینی پھیل رہی ہے۔
بات صرف صلاۃ ہی کی نہیں بلکہ کئی احکام ایسے ہیں جو تشریح طلب ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو اس قسم کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مثال ①

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرہ۔۲۸۲) جب تم خرید و فروخت کیا کرو تو گواہ کر لیا کرو۔
بتائیے اس آیت کی تشریح کون کرے گا اور کون بتلائے گا کہ ہر چھوٹی بڑی چیز خریدتے وقت گواہ کر لیا جائے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہر دکان دار اور خریدار خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرے۔ بتائیے کون ایسا کرتا ہے؟

مثال ②

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔
(البقرہ - ۱۵۰)
اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت ہر حال میں منہ کعبہ کی طرف رہنا چاہیئے، کیا یہ ممکن ہے؟ آخر یہ حکم کس چیز کی فرضیت کی ذیل میں آتا ہے جو لوگ آج تک صلاۃ کے صحیح معنی نہیں بتا سکے وہ کیا بتائیں گے کہ مسجد حرام کی طرف منہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

مثال ③

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی

مَسْجِدٍ (الاعراف - ۳۱) چیزیں پہن لیا کرو۔

اول تو یہ مسئلہ ہی حل طلب ہے کہ زینت کی چیز سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مان لیا جائے کہ زینت کی چیزوں سے مراد لباس ہیں تو لباس پہن کر تو سب ہی نماز پڑھتے ہیں اگر زینت سے مراد زیورات ہیں تو کیا اس آیت کی رو سے مرد حضرات زیورات پہن کر نماز پڑھیں اور اگر زینت سے مراد ٹوپی یا دستار ہیں تو کیا خواتین ٹوپی یا دستار پہن کر نماز پڑھیں؟

بتایئے اس آیت پر کس طرح عمل ہو؟ کون بتائے کہ زینت کی چیزوں کے اصل معنی کیا ہیں؟

مثال ④

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرۃ-۹۶) اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔

پورا قرآن مجید ساکت ہے کہ وہ ہمیں بتائے کہ حج کیا ہے اور عمرہ کسے کہتے ہیں؟ اگر حدیث نہ ہو تو مذکورہ آیت کے حکم پر عمل ممکن نہیں۔

مثال ⑤

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (البقرۃ - ۱۹۷) حج کے چند مہینے معلوم ہیں۔

قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اب کون بتائے کہ یہ مہینے کون سے ہیں؟ غرض یہ کہ بغیر حدیث کے یہ آیت بھی ناقابل فہم ہے بلکہ ناقابل عمل بھی ہے۔

مثال ⑥

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ (الحج - ۲۸) معلوم شدہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔

بتایئے یہ ذکر کیا چیز ہے؟ اور معلوم شدہ دن کون سے ہیں جن میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے؟ قرآن مجید پھر ساکت ہے کہ وہ ان ایام کی تشریح کرے۔

مثال ⑦

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ اللہ کے نزدیک آسمان و زمین کی پیدائش کے دن سے مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان

اَلسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ ہے
ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (التوبہ۔ ۳۷) دین قیّم۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین قیم بارہ مہینوں اور چار محترم مہینوں پر مشتمل ہے لیکن پورا قرآن مجید پڑھ لیجئے وہ ان چار مہینوں کے سلسلہ میں خاموش ہے۔

بتائیے کن مہینوں کو حرمت والا سمجھا جائے؟ اور کون بتائے گا کہ حرمت والے مہینوں کے تقاضے کیا ہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ رواج کے مطابق مان لیا جائے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ کافر تو ان مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید نے خود بتایا ہے اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ (توبہ۔ ۳۷) یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کر لینا کفر میں زیادتی ہے۔

اب اگر ہم ان مہینوں کو رواج کے مطابق مان لیں تو پھر مہینوں کا تقرر کفار کے ہاتھ میں ہوگا اور یہ محال ہے۔ غرض یہ کہ یہ حدیث ہی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ حرمت والے مہینے کون کون سے ہیں؟

مثال ⑧

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ○ اور ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔
وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (الصّٰفّٰت۔ ۱۶۴) اور ہم صف باندھنے والے ہیں۔

پوری سورت پڑھ جائیے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان آیات کا متکلم کون ہے؟ اور کون کس سے مخاطب ہے؟

مثال ⑨

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ اگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کو دو تہائی
ثُلُثَا مَا تَرَكَ (النسآء۔ ۱۱) ترکہ ملے گا۔

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی تشریح آپ کرتا ہے وہ بتائیں کہ دو تہائی ترکہ تو دو سے زائد لڑکیوں میں تقسیم ہو گیا لیکن ایک تہائی حصّہ کہاں جائے گا؟ قرآن مجید تو اس سلسلہ میں خاموش ہے۔

یہ حدیث ہی تو ہے جو بقیہ ایک تہائی حصّہ کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے کہ وہ حصّہ کہاں جائے گا۔

مزید سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ یعنی اگر ایک لڑکی وارث ہو تو اسے آدھا ملے گا۔

اب یہ بقیہ آدھا حصّہ کہاں اور کس مدمیں خرچ ہوگا کچھ معلوم نہیں۔

لہٰذا اصل چیز کی طرف آیئے کہ یہ معمّہ کیا ہے؟

قرآن مجید میں ایک لڑکی کا حصّہ مقرر ہے اور دو سے زائد کا حصّہ بھی مقرر ہے یعنی تین، چار، پانچ، چھ، سات لڑکیوں کو گویا دو تہائی حصّہ اور ایک لڑکی کو آدھا حصّہ ملے گا، لیکن دو کا حصّہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ بھول گیا؟ ہرگز نہیں، اس کا تصوّر بھی محال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دو کا حصّہ قرآن مجید میں قصداً چھوڑا گیا ہے تاکہ مہبط وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فرائض منصبی جو آپ کو تفویض ہوئے اس کے تقاضے کما حقّہٗ پورے ہوں اور آپ کے منصب جلیلہ کی عظمت ثابت ہو اور تمام بنی نوع انسان کو یہ بتایا جائے کہ قرآن مجید کی تمام تر تعلیمات معنی و مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے بغیر سمجھ ہی نہیں سکتے۔

بہر حال جو خلاء چھوڑا گیا وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حدیث کی اہمیّت و افادیت ثابت ہو۔

الغرض یہ مفہوم تھا "سِرَاجًا مُّنِيرًا" کا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ بنا کر بھیجا جو عارضی نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے روشن چراغ ہیں اور یہی وہ چراغ ہے جس کی روشنی میں اگر قرآن مجید کو پڑھا جائے تو ہدایت ملے گی ورنہ نہیں۔

اگر کوئی شخص اس روشنی سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی اور چیز کی روشنی میں قرآن مجید کے معانی و مفہوم اخذ کریگا تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی کرے گا۔

اب عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مزید عنوانات ملاحظہ فرمایئے:۔

توکّل

توکّل کے سلسلہ میں بڑی افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ رہبانیت نے توکّل کو کچھ اور ہی معنی و مفہوم دیئے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ توکّل کیا چیز ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا توکّل کیا؟

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک جہاد میں شریک ہوا، ہم جب واپس ہوئے تو اتفاق سے ایک جنگل میں دوپہر ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درختوں کے جھنڈ کے پاس اتر پڑے اور اپنی تلوار ایک کیکر کے درخت سے لٹکا کر اس درخت کے نیچے

آرام فرما ہوئے، ہم بھی مختلف درختوں کے سائے میں لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بلا رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک اعرابی (یعنی دیہاتی) بیٹھا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا، فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ فَقُلْتُ، اَللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ (صحیح بخاری کتاب الجہاد وصحیح مسلم کتاب الجہاد)

اس اعرابی نے میری تلوار مجھ پر سونت لی، میں سو رہا تھا جاگا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ کہنے لگا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا کہ اللہ! پھر آپ نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی اور وہ دیہاتی بیٹھ گیا۔

مسند امام احمدؒ کے الفاظ ہیں کہ

اس اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ بیٹھ گیا آپ نے اس سے کچھ بھی نہیں کہا، آپ نے صحابہؓ کو بلایا اور انہیں بتایا کہ اس شخص نے میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی اور بولا کہ بتائیے آپ کو اب میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار یہ الفاظ ادا کئے کہ اللہ (بچائے گا)۔ یہ سنتے ہی خوف کے مارے اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔

یہ ہے توکل کہ ایسے نازک ترین موقعہ پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ، کمالِ ضبط کی اعلیٰ وارفع مثال ہے۔

اس واقعہ میں صرف توکل ہی مترشح نہیں بلکہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کے ساتھ ساتھ عفو و درگذر کی بھی منفرد مثال ہے کہ قدرت رکھنے کے باوجود آپ نے اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی۔

② ہجرت سے قبل

کفارِ مکہ کی ایذا رسانیاں و مظالم تسلسل کے ساتھ جاری تھے۔ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن ہو چکے تھے حتیٰ کہ وہ آپ کے قتل سے کم پر کوئی منصوبہ ہی نہیں بناتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تمام رفقاء کو مدینہ روانہ کر چکے تھے۔ ان حالات میں آپ کا مکّہ میں تنہا رہ جانا کمال توکّل و شجاعت کی بے نظیر مثال ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیقؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امید پر روک دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسے ہی اجازت ملے گی تو ہم دونوں ایک ساتھ مکّہ سے نکل جائیں گے۔

جب کفّار کی ایذا رسانیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ جانے کی اجازت طلب کی (اس سے قبل وہ ہجرتِ حبشہ کے لئے نکل چکے تھے لیکن ابھی وہ برک غماد ہی پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن دغنہ انہیں اپنی امان میں واپس مکّہ لے آیا تھا بہرحال اس واقعہ کو آگے بیان کیا جا رہا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے اجازت طلب کرنے پر فرمایا:۔

عَلٰی رِسْلِكَ فَاِنِّیْ اَرْجُوْا اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ (صحیح بخاری) — تم ابھی ٹھہرو امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔

پھر کچھ ہی عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت مل گئی۔ اس سلسلہ میں درج ذیل آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ○ (اسرآء ـ ۸۰)

(اے رسول آپ جب مدینہ روانہ ہوں تو) یہ دعاء پڑھیں، اے میرے ربّ مجھے (مدینہ میں) اچھی طرح داخل کرا اور (مکہ سے) اچھی طرح نکال اور اپنی طرف سے زور قوت کو میرا مددگار بنا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اطلاع کے ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے لئے تیاری شروع کر دی یہ تمام تفصیلات صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔

ادھر کفار مکّہ پیچ و تاب کھا رہے تھے بیشتر صحابہ کرامؓ مدینہ جا چکے تھے اور ان کے تمام منصوبے خاک میں ملے جا رہے تھے ان کے لئے یہ مسئلہ سوہانِ روح بنا ہوا تھا کہ مدینہ منورہ میں مسلمین کی بھاری جمعیت وجود میں آ چکی ہے اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہاتھ سے نکل گئے تو پھر ساری تدبیریں الٹ ہو جائیں گی لہٰذا قریش مکّہ کے سردار و زعماء ایک رات اکٹھے ہوئے اور انہوں نے مشورے کئے ان میں سے ایک نے کہا :

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر پابند سلاسل کر دو۔

ان میں سے بعض نے کہا کہ نہیں انہیں قتل کر دو۔

بعض نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ انہیں اپنے ملک سے نکال دو یعنی جلاوطن کر دو۔

الغرض مذکورہ قراردادیں ان کی پارلیمنٹ یا دارالندوہ میں پیش کی گئیں۔ ادھر یہ سازش ہو رہی تھی اور دوسری طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی رات مدینہ کی طرف عازم سفر ہونے والے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے کفّار مکّہ کی گھناؤنی و مکروہ سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کر دیا جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و توکل کرتے ہوئے رختِ سفر کا ارادہ کر چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (الانفال ۔ ۳۰)

اور جس وقت کافر یہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو باندھ دیں، یا قتل کر دیں، یا ملک بدر کر دیں۔ وہ یہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا جبکہ اللہ تعالےٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

یہاں اس سلسلہ میں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں لفظ "مکر" وارد ہوا ہے عام طور پر لوگ مکر کو مکّاری سے تعبیر کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کفار کی طرف "مکر" کی نسبت درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے شایانِ شان نہیں۔

عربی زبان میں مکر کے معنی خفیہ تدبیر کے ہیں جبکہ اردو زبان میں اس لفظ کے معنی مکّاری کے ہیں لہٰذا ان معنوں کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

الغرض کفّار قریش نے بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ناپاک ارادوں کے تحت قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ آپ کے مکان کے گھیراؤ کے لئے گیارہ سردارانِ قریش کا انتخاب عمل میں لایا گیا جن میں امیہ بن خلف، ابوجہل، ابی بن خلف، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث جیسے بڑے مجرمین تھے (زاد المعاد جلد ۲ ص۵۲ بحوالہ الرحیق المختوم صفی الرحمن مبارکپوری ص۲۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے باخبر ہو چکے تھے لہٰذا کفّار کو بے خبر رکھنے کے لئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ یہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ (سیرت ابن ہشام در رحیق المختوم ص۲۷۴) (فتح الباری ۷/۳۰۰) (مشکوٰۃ للالبانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ تھا اور یہ توکّل ہی کا وصف تھا کہ آپ بے خطر ہو کر گھر سے باہر نکلے تمام سردارانِ قریش کو آپ دکھائی نہیں دئے اور آپ اطمینان سے ان کے سامنے سے گذر گئے اور کفّار کی کیفیت اس وقت درج ذیل آیت کے مصداق ہو گئی۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰسٓ ۔ ۹)

ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی گویا ہم نے انہیں ڈھانک لیا اور اب وہ دیکھ نہیں سکتے۔

یہ توکّل ہی کی برکات تھیں کہ بینا بھی اندھے ہو گئے اور انہیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ یہ تھی اللہ تعالےٰ

کی تدبیر کہ کفارِ مکّہ کی تدبیریں ناکام و نامراد ہو گئیں۔

وہ اس یقین میں مبتلاء رہے کہ بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سو رہے ہیں لہٰذا صبح تک یہ لوگ وہیں مورچہ بنائے ڈٹے رہے تاکہ جب آپ اٹھیں تو یہ اپنا منصوبہ پورا کر لیں لیکن انہوں نے جب صبح کو بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پایا تو وہ ہکّا بکّا رہ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔ (ابن ہشام و رحیق المختوم ص ۲۷۴)

کفار اس شکست و ہزیمت پر بوکھلا کر ان قدموں کے نشانات پر چل پڑے جہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گذرے تھے، چلتے چلتے بالآخران کے کھوجی اس مقام تک پہنچ گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر آگے بیٹھے محوِ سفر تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے بیٹھے تھے اسے اتفاق کہئے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدبیر کہ مکّہ والوں نے جن کھوجیوں کو آپ کے تعاقب میں روانہ کیا تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو پہچانتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہیں پہچانتا تھا (صحیحین سے ماخوذ تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۱۵۹)

وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے تھے کہ تمہارے آگے کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ جواب دیتے کہ یہ ایک شخص ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی مراد راستہ سے راہِ خیر ہوتی تھی اور وہ لوگ رہبر سمجھ کر واپس ہو جاتے تھے۔

کفارِ قریش کے قاصد سراقہ بن مالک بن جعشم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ گرفتار کر کے لانے یا قتل کر دینے کی صورت میں ہر ایک کے عوض ایک سو اونٹ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

اسی اثناء میں ان قاصدوں میں سے ایک اور شخص آیا اور ان کی مجلس میں جا کر سراقہ کو مخاطب کر کے بولا: اے سراقہ بے شک میں نے ابھی چند لوگوں کو ساحل پر دیکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں۔

سراقہ کچھ دیر مجلس میں بیٹھا رہا پھر وہاں سے اٹھا، اپنے گھر گیا اور لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ان کا گھوڑا لے کر باہر جائے اور ٹیلے کے پیچھے اسے لے کر کھڑی ہو جائے۔

پھر سراقہ نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کی چھت پر چڑھا نیزہ کی نوک زمین پر ٹکا دی اور اس کے اوپر کا حصّہ جھکا دیا، پھر اس کے ذریعہ نیچے اتر گیا۔ وہ اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا۔ اس پر سوار ہو کر اسے بہت تیز دوڑایا تاکہ وہ جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائے۔

کچھ ہی دیر بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا قریب پہنچا ہی تھا کہ اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ پھر اُٹھا اور اپنے ترکش میں سے تیر نکالا اور ان سے فال نکالی تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو نقصان پہنچائے یا نہیں۔

فال میں وہ بات نکلی جس کو وہ پسند نہیں کرتا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے فال کی پرواہ نہ کی اور ایک بار پھر ان کے پیچھے گھوڑے کو دوڑایا اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنائی دینے لگی۔

یہ تمام واقعات کس قدر خطرناک کیفیات کی غمازی کرتے ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل عالیشان دیکھئے کہ آپ انتہائی پُرسکون اور بے خوف ہو کر اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں، یہی وہ توکل تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ علیم و خبیر بھی آپ کی قدم قدم پر راہنمائی اور تحفظ کر رہا تھا۔

البتہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے شفیق و جانثار اس سنگین صورتحال سے ضرور پریشان تھے اور جب ایک بار پھر سراقہ دکھائی دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا :

"اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سوار ہمارے قریب آگیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ڈرو نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور دعاء کی کہ اللہ اسے گرا دے۔

اچانک سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور وہ اس پر سے گر پڑا۔

سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "آپ میرے لئے دعاء فرمائیں میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی اور آپ کی دعاء کی برکت سے سراقہ کو نجات ملی۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے ان تک پہنچنے میں جو دقت اٹھانی پڑی اس کی وجہ سے میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام (یعنی دین) غالب ہو جائے گا۔

غرض یہ کہ سراقہ جو دن کے اوّل حصّہ میں آپ کی جان کا دشمن تھا آخر حصّہ میں دوست بن گیا اور ایسا وفادار محافظ بنا کہ کفار کے ہر قاصد اور کھوجی کو اپنی تدبیر سے مختلف راستوں پر بھٹکاتا رہا۔

بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار ثور تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اوپر دیکھا تو آدمیوں کے قدم نظر آئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کوئی اپنی نظر نیچی کرے تو ہمیں دیکھ لے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکرؓ خاموش رہو، ان دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔" پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ۔۴۰) (صحیح بخاری) ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آپ دیکھئے کوئی لمحہ ایسا نہیں جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توکّل کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہو جبکہ ایسے مواقع پر بڑے بڑے بہادروں کے اوسان بھی خطا ہو جاتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل و بھروسہ ہو تو وہ اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (توبہ۔۴۰)

پھر اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو نظر نہ آتے تھے، اللہ نے کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے، اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

(۳) ہجرت حبشہ کا واقعہ

مسلمین کی ہجرت حبشہ بھی دراصل کفار مکّہ کی طرح طرح کی سازشوں اور ایذا رسانیوں کا نتیجہ تھی، جب یہ سلسلہ دراز ہوا اور اہل اسلام پر انہوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی با دلِ نخواستہ ہجرت کا ارادہ کیا اور ایک دن مکّہ سے نکل کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ برک غماد میں پہنچے تو ان کو ابن دغنہ ملا جو قبیلہ کا سردار تھا کہنے لگا: "اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: "میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ زمین میں سفر کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔"

ابن دغنہ نے کہا "اے ابوبکر! تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے، نہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم ناداروں کے لئے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، معاشرہ پر جو لوگ بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہو،

مہمان کی خاطر مدارت کرتے ہو، حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو لہٰذا واپس چلو میں تم کو امان دیتا ہوں تاکہ تم اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الاحادیث الانبیاء باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشہ رضؓ وکتاب الاجارہ باب جوار ابی بکر رضؓ)۔

مذکورہ واقعہ اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز مثال ہے۔ ذرا تصور کیجئے کہ بیشتر صحابہ رضؓ مکہ چھوڑ کر روانہ ہو چکے ہیں حتیٰ کہ انتہائی مشفق وغم خوار ساتھی کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی اجازت دے دیتے ہیں اور خود تنہا رہ جاتے ہیں اور ایسے موقع پر جب کہ دشمن گھات لگائے آپ کے قتل کے درپہ ہوں خود کو تن تنہا چھوڑ دینا کمالِ توکل کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

اس واقعہ پر سر ولیم میور ڈ کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ غیر مسلم ہونے کے باوجود یہ مؤرخ کتنی فراخ دلی کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔

وہ لکھتا ہے :-

"مدینہ میں تحفظ کی یقین دہانی ہوگئی کہ مسلمین وہاں ہر صورت میں محفوظ ہوں گے اور مدینہ والے ان کی ہر ممکن مدد کریں گے۔

لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود پہلے جانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ تمام جانثاروں کو محفوظ مقام پر روانہ کر کے بعد میں خود گئے۔"

LIFE OF MOHAMMED. 1861

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ﷺ)

کتنا زبردست خراجِ تحسین ہے کہ غیر مسلم بھی آپ کی زندگی کے ایک ایک زاویہ کو بیان کرنے پر بخل سے کام نہیں لیتے۔

آپ دنیا بھر کی تواریخ کا مطالعہ کر لیجئے کسی حکمران، کسی بادشاہ کسی جنرل کے بارے میں یہ نہیں ملے گا کہ وہ اپنے تمام جانثاروں کو پرامن و محفوظ مقام پر منتقل کر دے اور خود تنہا خطرات میں گھرا رہے یہ کام تو وہی ہستی کر سکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے پناہ بھروسہ و توکل ہو اور ایسی بے مثل نظیر آپ کو تاریخ کے اوراق میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی۔

آج کل کے تمام سربراہانِ مملکت کو دیکھ لیجئے وہ اپنے تحفظ کا کس قدر اہتمام کرتے ہیں۔ سیکورٹی گارڈز، پولیس کی آگے پیچھے لمبی قطاریں لگی رہتی ہیں، تحفظ کی مکمل یقین دہانی، بلٹ پروف کار، فوج ظفر موج کے بغیر اپنے گھر سے قدم باہر نہیں نکال سکتے حالانکہ یہ عوامی اور جمہوری لیڈر ہوتے ہیں لیکن اپنے ہی عوام سے خوف کھاتے ہیں دشمن کا معاملہ تو ابھی دور ہے۔

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں غیر مسلم دانشور کیا خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

تھامس کارلائل لکھتے ہیں :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بطور ہیرو اس لئے تسلیم کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی وہ بننے کی کوشش نہیں کی جو وہ نہیں تھے۔"

(HEROES AND HEROWORSHIP)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۸۷ و ص۸۹)

جی ، ڈبلیو ، لائیٹنر لکھتے ہیں :۔

"حقیقت یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت اور ذات میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کشش اور جاذبیت میں بنی نوع انسانی کے لئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"

(MOHAMMADANISM AND RELIGIOUS SYSTEMS OF THE WORLD.)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۹۲ و ص۹۳)

سر ولیم میور لکھتے ہیں :۔

"یہ دیکھنے اور ثابت کرنے کے لئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پایۂ استقلال میں لغزش پیدا ہوئی اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں گے تو یہ ایک بے کار عمل ہوگا کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرہ برس جو جد وجہد ...... حوصلہ شکنی ، دھمکیوں ، خطروں ، اِستبداد اور سزاؤں کے مقابلہ میں جاری رکھی ...... اس کی کوئی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

ناقابل یقین اذیتوں اور تکلیفوں کے باوجود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے عقیدہ کا پرچم بلند رکھا۔"

(LIFE OF MOHAMMAD, 1861)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۱۰۹)

متعصّب ہونے کے باوجود ولیم میور نے حقائق کا کتنی فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے۔

جنگ احد، طائف، صلح حدیبیہ اور بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہادری، صبر، استقلال، عفو و درگذر، سچائی وغیرہ کے ایسے اَن مٹ نقوش تاریخ کے اوراق پر چھوڑے ہیں جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے اور یہی عظمت ہے۔

شجاعت و بہادری کے واقعات تو آپ گذشتہ اقساط میں ملاحظہ کر چکے۔ اب طائف کا واقعہ بھی ملاحظہ فرمایئے دیکھئے یہ بھی توکل کی ایک مثال ہے۔

④ طائف کا واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ معظمہ میں ہی تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات ہوگئی۔ یہ لمحات انتہائی صبر آزما تھے۔ نہ مونس و غمخوار بیوی رہیں جو قدم قدم پر آپ کو حوصلہ دیتی تھیں اور نہ حمایت کرنے والا چچا باقی رہا۔

غور کیجئے کہ یہ کتنا بڑا صدمہ ہوگا؟ ایسے موقعہ پر فطری طور پر ہمتیں پست ہو جاتی ہیں پائے استقامت میں تزلزل واقع ہو جاتا ہے اور حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اولوالعزم و بلند ہمت ہیں کہ پہاڑ کی طرح ہر آزمائش پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان جاں گسل حوادث کا آپ کے مقاصد پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ آپ تبلیغ کے نئے میدان تلاش کرتے ہیں۔

مکّہ سے تقریباً ساٹھ میل دور وادی طائف میں تن تنہا اللہ اکیلے پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ روانہ ہوتے ہیں۔ طائف پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبد یالیل کے پاس پہنچے لیکن اس نے دعوت اسلام قبول نہیں کی۔

الغرض اہل طائف نے آپ کو سخت تکلیف پہنچائی۔ اس قدر سنگ باری کی گئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لہولہان کر دیا حتّٰی کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ آپ شدید زخمی حالت میں جبکہ آپ کو پوری طرح ہوش نہ آیا تھا آپ مقام قرن الثعالب کی طرف نہایت رنجیدہ خاطر ہو کر پہنچتے ہیں۔

اسی اثناء میں آپ نے دیکھا کہ ایک اَبر کا ٹکڑا آپ پر سایہ فگن ہے اس اَبر میں آپ کو حضرت جبریلؑ نظر آتے ہیں، انہوں نے آپ کو آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسول اللہ نے آپ کی قوم کی گفتگو سن لی ہے اور جو جواب انہوں نے آپ کو دیا ہے وہ بھی سن لیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، آپ اس فرشتے کو کافروں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں۔ پھر اس فرشتے نے آپ کو آواز دی اور سلام کیا، پھر کہا: اے محمدؐ بے شک اللہ تعالےٰ نے اس جواب کو سن لیا ہے جو آپ کی قوم نے آپ کو دیا ہے، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں (میں آپ کے حکم کی تعمیل کردوں)۔

اگر آپ چاہیں تو اخشبین نامی دونوں پہاڑوں کو ان پر رکھ (کر کچل) دوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! مجھے امید ہے کہ ان کی پشت سے اللہ ایسے لوگ پیدا کریگا جو صرف اللہ اکیلے کی عبادت کریں گے (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق و صحیح مسلم کتاب الجہاد و سیر)

توکل، صبر، استقامت اور عفو و درگذر کی انتہا دیکھئے کہ اہل طائف کی طرف سے شدید تکلیف پہنچنے کے باوجود آپ نہ اہل طائف کو بددعاء دیتے ہیں اور نہ فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ اس قوم کو کسی عذاب میں مبتلاء کر دے۔

اہلِ طائف نے آپ کو جو تکلیف پہنچائی ایسی تکلیف آپ کو پوری زندگی میں کہیں بھی نہیں پہنچی۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول

هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق و صحیح مسلم کتاب الجہاد)

احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن کوئی آپ پر گذرا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائیں وہ تو اٹھائیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر عقبہ کا دن گذرا ہے۔

کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ طائف میں جو کچھ ہوا اور اللہ تعالیٰ کو علم بھی تھا تو پھر کوئی تدبیر کیوں نہ کی؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ علیم و خبیر کو سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود یہ بتانا اور اتمام حجت کروانا مقصود تھا کہ ہمارا رسول کتنا صابر و شاکر ہے کہ وہ کسی بھی سخت آزمائش کے وقت متزلزل نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے تمام صدمات پر صبر کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والوں کو قرار واقعی سزا دے کر ان کا قلع قمع کر دیا جائے لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی تعزیر و سزا دینے سے اعراض کیا، یہ توکل کی بے نظیر مثال ہے اور یہی عظمت ہے۔
آیئے دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم آپ کی عظمت کو کس طرح خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

آر، ڈبلیو سوڈرن لکھتے ہیں:-

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساحر کہنے والے ..... آج یہ سوچنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ دنیا نے

ان جیسا کوئی دوسرا مذہبی رہنما پیدا کیا ہے؟"

(WESTERN VIWS OF ISLAM IN MIDLE AGES, 1962)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۱۷)

آر لینڈ اؤ لکھتے ہیں :-

"(آپ کی زندگی میں) روحانی اور مادّی فتوحات کا ایک ایسا راستہ کھل چکا تھا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

(ISLAM & THE ARABS 1958)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۲۴)

اے، گیلیوم لکھتے ہیں :-

"تاریخ انسانی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے۔"

(ISLAM PUB 19)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۶۴)

آر وی سی (R . V . C) بوڈلے لکھتے ہیں :-

"بطور جنرل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رتبہ بہت بلند ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے برتر تھے۔"

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ عظیم سپہ سالار شجاع اور جنگی مدبر تھے۔"

(THE MASSENGER 1954)

(ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا ص۱۹ و ص۲۱ و ص۲۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾

کیا ہم مُسلِمین کو مجرمین

کے مانند قرار دیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

(حم السجدہ ۔ ۴۱)

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے،
عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بے شک میں مسلمین میں سے ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حکم	صرف ایک	یعنی :	اللہ تبارک و تعالیٰ ..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی :	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..	فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام ..	فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلم ..	فرقہ وارانہ نام نہیں
ہماری نسبت	صرف ایک	یعنی :	اللہ تعالیٰ سے تعلق ..	دنیوی تعلقات نہیں
ہمارا اتحاد	صرف ایک	یعنی :	ایمان باللہ العظیم ..	وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قسط:- ٦ اور ٧

تالیف

مسعود احمد

امیر جماعت المسلمین

جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قسط ۶ اور ۷

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں آپ مختلف عنوانات پر تقاریر سُن چکے ہیں جو تحریری صورت میں بھی آپ کے سامنے آچکی ہیں۔

اگرچہ تمام عنوانات جو زیرِ بحث آئے وہ اسقدر اہمیت کے حامل ہیں کہ ہر عنوان پر مستقل و تفصیلی مضمون مرتب ہو سکتا ہے لیکن صحت اور وقت کی کمی کے پیشِ نظر ایک نشست میں اختصار کے ساتھ کئی کئی عنوانات زیرِ بحث لانے پڑے۔

بہرحال یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے سعادت کا موقع ملا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کروں۔ آج کی آخری نشست میں واقعہ معراج کے علاوہ کچھ اور عنوانات بھی زیرِ بحث آئیں گے۔

معراج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس کی عظمت خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم میں بیان فرمائی ہے۔

معراج

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○

(بنی اسرائیل - ۱)

پاک ہے (وہ اللہ) جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے اردگرد (کے علاقہ) کو ہم نے (بڑی) برکتوں سے نوازا ہے تاکہ ہم اسے اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں بے شک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس تشریف لے گئے اس کے بعد آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

وَفِی رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ، فَانْطَلَقُوْا بِیْ اِلٰی زَمْزَمَ فَشَرَحَ عَنْ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ (صحیح مسلم جزء اول صفحہ ۹۲)

صحیح مُسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے چاہ زمزم پر لے گئے، میرا سینہ چاک کیا اور (اسے) آب زمزم سے دھویا۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں سو رہے تھے کہ آپ کے گھر کی چھت پھٹی، جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ کو مسجد الحرام لے گئے۔ آپ کو کعبہ کے قریب حطیم میں بٹھایا، آپ کے آس پاس دو آدمی اور لیٹے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا، ان دونوں کے درمیان جو صاحب ہیں، انہیں لے جانا ہے۔

شق صدر اپنی نوعیت کے اعتبار سے انوکھا اور حیرت انگیز آپریشن ہے جس کی نظیر جدید میڈیکل سائینس بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مزید برآں اس قسم کا آپریشن نہ پہلے کسی کا ہوا اور نہ آئندہ کسی کا ہوگا۔ یہی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی کھلی دلیل ہے۔

۲. مسجد اقصیٰ کی سیر

ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ جانا اور واپس آجانا کوئی معمولی واقعہ نہیں اس واقعہ پر کل بھی مختلف قسم کے اعتراضات ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں۔

الغرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکّہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور طرح طرح کے اعتراضات کر کے آپ کو پریشان کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب حدیث الاسرا عن جابر جزء ۵، صفحہ ۶۶)

جب قریش نے مجھ کو جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا میں نے اس کو دیکھ کر قریش سے اس کی نشانیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔

معراج کے واقعہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیت المقدس تشریف نہیں لے گئے تھے۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ نہ ہو تو اس کے متعلق سوالات کئے جائیں تو کوئی بھی لاجواب ہو سکتا ہے۔

کفارِ مکہ نے بیت المقدس کے محل وقوع اور عمارت کے سلسلہ میں طرح طرح کے سوالات کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا کہ ایسا صدمہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ترین بندے کی پریشانی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ تاکہ آپ کفار کے سوالات کے جوابات دے سکیں۔

اگر آپؐ چاہتے تو کفارِ مکہ سے کہہ سکتے تھے کہ معراج کے سفر میں بیت المقدس کی سیڑھیاں گِننے نہیں گیا تھا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْأَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَأَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَآءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْھَا فَکُرِبْتُ کُرْبَۃً مَّا کُرِبْتُ مِثْلَہٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَہُ اللّٰہُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مَا یَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُھُمْ بِہٖ۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب ذکر المسیح ابن مریم عن ابی ہریرہ: جزء اول ص۹۶)

میں حطیم میں کھڑا ہوا تھا اور قریش مجھ سے میری سیر کا حال پوچھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی چیزیں پوچھیں جنکو میں بتا نہیں سکتا تھا۔ میں بڑا پریشان ہوا، ایسا پریشان میں کبھی نہیں ہوا (یکایک) اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا، میں اسکو دیکھنے لگا، اب جو بات وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں بتا دیتا تھا

جھٹلانے والے اور اعتراضات برائے اعتراضات کرنے والے کبھی مطمئن نہیں ہوتے۔ کفارِ مکہ بھی مطمئن نہیں ہوئے حالانکہ انہیں مطمئن ہو جانا چاہیئے تھا۔

۲۔ معراج بحالتِ بیداری ہوئی

سورۂ اسرآء کی ابتداء میں لفظ "سُبحان" وارد ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں

کہ اللہ تعالیٰ تمام کمزوریوں اور عیبوں سے پاک ہے۔ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سلسلے میں جو بات بیان کی جا رہی ہے وہ باوجود اس کے کہ وہ بہت عجیب و غریب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، وہ عجیب چیز معراج کا بیداری میں واقع ہونا ہے اور یہی چیز درحقیقت تعجب خیز اور محیر العقول ہے جس کو دُور کرنے کے لئے لفظ سُبحان استعمال ہوا۔ ورنہ خواب میں دیکھنا تو عجیب چیز نہیں کہ اس کے لئے لفظ سُبحان استعمال کیا جائے۔

مزید برآں آیت زیرِ بحث میں اور اس سلسلہ میں جو تفصیلات ہیں ان میں ذرا سا بھی اشارہ نہیں پایا جاتا کہ یہ واقعہ خواب میں اس طرح دیکھا۔ لہٰذا بلاوجہ اس کو خواب پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ خواب پر محمول کرنے کے لئے دلیل چاہیئے اور وہ مفقود ہے۔

۱۔ اگر یہ واقعہ خواب میں ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں نے خواب میں اس طرح دیکھا۔ لیکن آپ نے کہیں بھی خواب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

۲۔ اگر یہ خواب ہوتا تو کفار کے سوالات بے وقعت نہ ہوتے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوتا۔

۳۔ خواب کی تفصیلات کس کو یاد رہتی ہیں۔ یہاں تو بیداری میں دیکھنے والا بھی کسی عمارت کا تفصیلی نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔

واقعہ معراج کے بیداری میں ہونے کے مزید دلائل ملاحظہ فرمائیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثُمَّ اُتِیْتُ بِدَآبَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْیَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ یَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ یَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ اَقْصٰی طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَیْهِ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرِیْلُ

(صحیح بخاری، کتاب بدءُ الخلق باب المعراج عن مالک، جزء ۵ صـ ۶۶)

پھر اس کے بعد ایک سفید طویل جانور لایا گیا، جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ یہ جانور بُراق تھا۔ وہ قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ میں اس پر سوار ہو گیا اور جبریل مجھ کو لے کر چلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، جزء ۲ ص ۳۱۵)

جس رات مجھے معراج ہوئی میں سُرخ ٹیلے کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حِيْنَ اُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِذَا رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِيْ حَمَّامًا قَالَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ فِيْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَّفِي الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِيْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقَالَ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَوْ اَصَبْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء جزء اول)

معراج (کی رات) جب میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لمبے چھریرے (بدن والے آدمی ہیں) گھنگریلے بال والے جیسے شنوءۃ (قبیلہ) کے لوگ ہوتے ہیں ۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملا، وہ میانہ قامت تھے ۔ سُرخ رنگ کے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ابھی حمّام سے نکلے ہیں (یعنی تر و تازہ اور خوش رنگ تھے) اور میں نے ابراہیم علیہ السّلام کو دیکھا تو میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں ۔ پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ، ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب ، مجھ سے کہا گیا ، جس کو چاہو پسند کر لو ۔ میں نے دودھ لے لیا اور اسے پی لیا ۔ جبریل نے کہا سب تعریف اللہ کے لئے ہے ، جس نے آپ کو فطرت کی راہ دکھائی (آپ کو فطرت کی راہ ملی) یا آپ فطرت کو پہنچ گئے ، اگر آپ شراب کو

اختیار کرتے تو آپ کی (ساری) امت گمراہ ہو جاتی۔ (صحیح البخاری، قصۃ الانبیاء، کتاب التفسیر باب سورۃ بنی اسرائیل۔ جزء ۲، ص ۱)

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

وَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ یُصَلِّیْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ قَائِلٌ یَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَالْتَفَتُّ اِلَیْهِ فَبَدَاَنِیْ بِالسَّلَامِ (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب ذکر المسیح بن مریم۔ جزء اول ص ۹۵)

اور میں نے دیکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، وہ بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے سب سے زیادہ مشابہ ان کے تمہارے صاحب ہیں یعنی آپ خود، پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک کہنے والے نے کہا! اے محمد یہ مالک ہیں جہنم کے داروغہ۔ ان کو سلام کیجئے، میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے پہلے سلام کیا۔

مذکورہ بالا تمام احادیث میں کسی بھی جگہ خواب کا ذکر نہیں بلکہ ہر جگہ لفظ "دیکھا" موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا یعنی ہم اپنے رسول کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک اس لیئے لے گئے کہ ہم انہیں اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں۔

مشاہدہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (نجم۔ ۸۱) انہوں نے یقیناً اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان نشانیوں میں سے بعض وہ ہیں جو بیت المقدس کے سفر میں دیکھیں اور بعض وہ ہیں جو آپ نے آسمانوں کے سفر میں دیکھیں، جن کا ذکر ان شاء اللہ سورۃ نجم کے سلسلہ میں بیان کیا جائے گا۔

بیت المقدس تک کے سفر میں آپ نے مندرجہ ذیل نشانیاں دیکھیں:

۱۔ چھت کا پھٹ جانا اور جبریل علیہ السلام کا نازل ہونا۔

۲۔ ایمان و حکمت سے بھرے طشت کو دیکھنا۔

۳ سینہ مبارک کا چیرا جانا اور پھر اس کا سیا جانا۔

۴۔ برق رفتار براق کو دیکھنا اور اس پر سوار ہونا۔

۵۔ ایک رات میں بیت المقدس تک پہنچ جانا۔

۶۔ انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا۔

۷۔ دوزخ کے داروغہ کو دیکھنا۔

۴۔ آسمانوں کی سیر

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ٥ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ٥ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی ٥ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ٥ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ٥ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ٥ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ٥ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ٥ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ٥ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی ٥ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ٥ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ٥ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ٥ اِذْ يَغْشَی السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی ٥ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ٥ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ٥

(النجم، ۱ تا ۱۸)

تارے کی قسم جب وہ بلند ہو ٥ تمہارے ساتھی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بھٹکے ٥ اور نہ وہ اپنی خواہش سے بات کرتے ہیں ٥ وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی ہوتی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے ٥ ان کو ایک زبردست طاقت والے (فرشتہ) نے تعلیم دی ہے ٥ (وہ یقیناً) طاقت والا (فرشتہ ہے) تو (ایک دن ایسا ہوا کہ) اس نے قرار پکڑا ٥ اس حالت میں کہ وہ اونچی اُفق پر (معلق نظر آرہا) تھا ٥ پھر وہ قریب ہوا اور جھکا ٥ یہاں تک کہ (اس کے اور رسول کے درمیان) دو کمان کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم ٥ تو پھر اللہ نے (اس کے ذریعہ) اپنے بندے پر وحی بھیجی ٥ جو کچھ انہوں نے (یعنی رسول) نے دیکھا، دل نے اس کو جھوٹ نہ سمجھا ٥ تو (اے کافرو) جو کچھ وہ دیکھتے ہیں کیا تم اس پر ان سے جھگڑتے ہو ٥ انہوں نے ان کو

ایک مرتبہ اور بھی دیکھا ہے ٥ سدرۃ المنتہیٰ
کے پاس ٥ اس کے قریب ہی جنت
الماویٰ ہے ٥ جب اس بیری پر چھا رہا
تھا جو چھا رہا تھا ٥ (آپ کی) نظر نہ (کسی
اور طرف) مائل ہوئی اور نہ آگے بڑھی ٥
انہوں نے اپنے رب کی یقیناً بڑی بڑی
نشانیاں دیکھیں ٥

مذکورہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل علیہ السلام کو افقِ مبین پر دیکھنا۔
۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ تک جانا۔
۳۔ طاقت والے فرشتے کو اپنی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھنا۔
۴۔ قریش کا جھٹلانا۔ (جسکا ذکر بنی اسرائیل کے حوالے سے گذر چکا ہے)

اس سلسلے میں بعض علماً کہتے ہیں کہ معراج حالت بیداری میں نہیں ہوئی، بلکہ یہ ایک خواب تھا اور دلیل کے طور پر صحیح بخاری کے درج شدہ الفاظ "پھر میں جاگا" کو پیش کرتے ہیں اور تاثر یہ دیتے ہیں کہ یہ خواب کا واقعہ ہے، بیداری کا نہیں ہے"

سورۃ نجم کی اٹھارہ آیات اِسی غرض سے پیش کی گئیں کہ آپ کو بتایا جائے کہ ان آیات میں خواب کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

مزید برآں صحیح بخاری کے مذکورہ الفاظ کو بعض لوگ غلط معنوں میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اسی حدیث میں ہے کہ معراج فی المنام نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اسوقت تک آپ پر وحی کا نزول نہیں ہوا تھا۔ گویا وہ خواب کی معراج تھی۔

وہ معراج جو خواب میں ہوئی اس کی تعبیر نبوت ملنے کے کئی سال بعد بحالتِ بیداری جسمانی معراج کی صورت میں ہوئی۔ جسکا ذکر آگے صفحات میں آرہا ہے۔

مزید برآں معراج فی المنام میں جو قربت اللہ تعالےٰ سے دکھائی گئی اس کی تعبیر اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام وحیٔ الٰہی لے کر تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لتنے قریب ہوئے جیسے دو کمان بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور پھر سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جس کی تفصیل آگے بیان کی جا رہی ہے۔ بہرحال

معراج فی المنام کی حقیقت صحیح بخاری، کتاب التوحید میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا "پھر میں جاگا" کے الفاظ کو بے محل پیش کیا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں۔

کسی حقیقت کو جھٹلانے کے کئی طریقے ہوتے ہیں، جنکو نہیں ماننا ہوتا، وہ ہر دلیل کو مسترد کر دیتے ہیں۔

کفارِ مکہ کی طرح اس واقعہ کو جھٹلانے والے آج بھی موجود ہیں۔ لیکن جھٹلانے کے طریقے، حیلے، بہانے مختلف ہوتے ہیں۔

جیساکہ پرویز اپنی کتاب تبویب القرآن میں "سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ" کا ترجمہ اس طرح کرتا ہے:

"کتنی دُور رس اسکیمیں ہیں اس خدا کی جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجدِ حرام (مکہ) سے مسجدِ اقصیٰ (مدینہ) کی طرف لے گیا۔" (تبویب القرآن: ص ۴۲۲)

گویا پرویز کے ترجمے کی شعبدہ بازی نے واقعہ معراج کو ہجرت میں بدل دیا۔ لیکن پرویز نے یہ نہیں بتایا کہ مدینہ میں سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کس مقام پر ہیں؟

کسی ایسے شخص کے لئے جو دینِ اسلام کے دوسرے مآخذ حدیث کو نہیں مانتا اس کے لئے جب یہ کام مشکل نہیں کہ وہ ترجمہ کے ذریعہ مشرقِ وسطیٰ کا جغرافیہ تبدیل کر دے اور بیت المقدس کو مدینہ بنا دے تو سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کے مقام بھی تبدیل کر سکتا ہے، یعنی سدرۃ المنتہیٰ کو مسجدِ نبوی اور جنت الماویٰ کو جنت البقیع کہہ سکتا ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں کی سیر کر کے آیات ربہ الکبریٰ کا کس طرح مشاہدہ کیا اور کیا کیا عجائبات دیکھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی" یعنی تارے کی قسم جب وہ بلند ہوا۔ یہ آیت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے سلسلہ میں بلند درجات کی طرف اشارہ ہے اور معراج کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت و راہنمائی میں ہوئی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم میں خصوصی طور پر ان کا ذکر فرمایا ہے اور ویسے بھی نبوت اور وحی کے مابین حضرت جبریل علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک طویل رفاقت رہی ہے لہٰذا ان کا ذکر کیوں نہ ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس فرشتے کی صفات سورہ نجم کی ان آیات میں فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى (وہ یقیناً) طاقت والا (فرشتہ) ہے (ایک دن ایسا ہوا کہ) اس نے قرار پکڑا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى اس حالت میں کہ وہ اونچی افق پر (معلق نظر آرہا) تھا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى پھر قریب ہوا اور جھکا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى یہاں تک کہ (اس کے اور ہمارے رسول کے درمیان) دو کمان کا فاصلہ رہ گیا (بلکہ اس سے بھی کم)

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا منشاء یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ کا آنا محض وہم وگمان اور خواب وخیال نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس سورت کی ابتدائی آیت میں تارے کی قسم نہ کھاتا۔

مزید برآں اس فرشتہ کے انسانی شکل میں آنے سے کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ وہ کوئی آدمی ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ انسانی شکل میں فرشتہ ہے جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کی اصلی شکل میں دیکھا ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ستاروں کی قسم کھا کر فرماتا ہے :

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝

(اذا الشمس کورت - ۲۲-۲۳)

اور (اے کافرو) تمہارے ساتھی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیوانے نہیں ہیں۔ بیشک انہوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف وشفاف کنارے پر دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

بَيْنَا اَنَا اَمْشِىْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِىْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِىْ جَآءَنِىْ بِحِرَآءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِىٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

میں ایک بار (کہیں) چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں، میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو (غار) حراء میں میرے پاس آیا تھا، آسمان اور زمین کے مابین ایک کرسی پر (معلق) بیٹھا ہوا ہے۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر میں (اپنے گھر) لوٹ آیا۔ میں نے (گھر والوں سے) کہا مجھے کپڑا اڑھا دو، مجھے کپڑا اڑھا دو۔ اس وقت اللہ

وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَ تَتَابَعَ (صحیح بخاری، کتاب الوحی، الی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جزٔ اول، ص۴)

تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: اے کپڑا اوڑھنے والے، اُٹھ جائیے (لوگوں کو) ڈرائیے، اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے، اپنے کپڑوں کو پاک رکھیئے اور گندگی سے دُور رہیئے، پھر تو وحی گرما گرم ہوگئی اور لگاتار آنے لگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منصبِ نبوّت سے سرفراز ہوئے تو سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ سورۂ اقراء تھی، جس میں صرف پڑھنے کا ذکر ہے، لیکن باقاعدہ وحی کا آغاز گویا سورۂ المدثر سے ہوا جس میں طہارت، نماز قائم کرنے اور لوگوں کو تبلیغ کے احکام دیئے گئے۔

۵۔ سِدرۃُ المنتھیٰ

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

اَنَّ مُحَمَّدً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مَائَةِ جَنَاحٍ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب سورہ النجم جزء ۶ ص۱۷۶)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو دیکھا تھا ان کے چھ سو پَر تھے۔

مذکورہ آیات و حدیث فرشتہ کو اصلی شکل میں دیکھنے کے زبردست دلائل ہیں۔ ایسی صورت میں جن یا انسان کو دیکھنے کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

آگے فرمایا مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى جو کچھ انہوں نے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) دیکھا، دل نے اس کو جھوٹ نہ سمجھا (یعنی یہ خواب نہیں حقیقت تھی) اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى تو (اے کافرو) جو کچھ وہ دیکھتے ہیں کیا تم اس پر ان سے جھگڑتے ہو۔

آگے فرمایا وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف ایک مرتبہ ہی نہیں بلکہ ایک اور مرتبہ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کے پاس بھی دیکھا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق یہ الفاظ درج کئے گئے ہیں:

فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ مَا أَوْحَىٰ (صحیح مسلم. کتاب الایمان. باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. جزء اول. ص۸۲)

پھر جب اس درخت کو اللہ تعالےٰ نے حکم سے ڈھانکا، جس چیز نے ڈھانکا تو اس کا حال ایسا ہوگیا کہ مخلوق میں سے کوئی اس کی خوبصورتی بیان نہیں کرسکتا پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی جو وحی کی۔

ذرا سوچئے کہ بیری پر وہ کیا چیز تھی جو چھارہی تھی؟ ہماری عقل عاجز ہے اس کی کیفیت بیان کرنے سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر ایسے رنگ چھارہے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں؟ بیری پر جو چیز چھارہی تھی اس کی وجہ سے وہ درخت ایسا (متغیر) ہوگیا تھا کہ اللہ کی مخلوق میں کوئی اس کے حسن کو بیان نہیں کرسکتا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر انتہا ہوجاتی ہے یعنی نیچے والے جب اوپر جاتے ہیں تو سدرۃ المنتہیٰ پر جاکر رک جاتے ہیں گویا یہ ایسی حد ہے جس سے کوئی آگے نہیں جاسکتا، اسی طرح جب اوپر والے نیچے آتے ہیں تو وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ پر رک جاتے ہیں اس سے نیچے نہیں آسکتے؛ یہ مقام دونوں طرف کے آنے اور جانے والوں کا مقام انتہا ہے. لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثُمَّ رُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى (رواہ الترمذی وصححہ)

پھر میرے لئے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا۔

کیا بلند و بالاشان رفعت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب ترین بندے کے لئے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کردیا۔ مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے بھی آگے نکل گئے اور سدرۃ المنتہیٰ نیچے رہ گیا۔ یہی عظمت کی بے مثال دلیل ہے۔

۶۔ حوضِ کوثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ اِذْ عُرِضَ لِيْ نَهَرٌ حَافَّتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ قُلْتُ لِلْمَلَكِ مَاهٰذَا قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاكَهُ اللّٰهُ قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ اِلٰى طِيْنَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا ثُمَّ رُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَرَاَيْتُ عِنْدَهَا نُوْرًا عَظِيْمًا (رواہ الترمذی بصحیح فی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ الکوثر، جزء ۲، صـ ۲۰۰)

میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک نہر لائی گئی۔ اس کے دونوں طرف موتی کے خیمے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو دی ہے۔ پھر انہوں نے ہاتھ ڈالا اور اس کی مٹی نکالی۔ تو وہ مشک تھی، پھر میرے لئے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا۔ میں نے اس پر ایک بڑا نور دیکھا۔

حوضِ کوثر کے بارے میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ مَاءُهٗ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهٗ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَاُ اَبَدًا۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب فی الحوض جزء ۸ صـ ۱۴۹ وصحیح مسلم کتاب الفضائل: جلد ۲، صـ ۲۱۷)

میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشگوار ہے اس پر رکھے ہوئے آبخوروں کی تعداد آسمان کے تاروں جیسی ہے جو شخص اس حوض کا پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

کوثر ایک نہر ہے۔ بروزِ محشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی اس نہر کا پانی پینے کے لئے آئیں گے۔ اس میں بہت خیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ یہ نعمت ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی کھلی دلیل ہے کہ اس سے آپ کے امتی بھی

سیراب و فیضیاب ہوں گے، لیکن کچھ امتی ایسے بھی ہوں گے جو اس سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَيُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ ۝

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب فی الحوض، جزء ۸، صفحہ ۱۴۸ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب اثبات حوض جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا اور کچھ لوگ تم میں سے ایسے ہوں گے جو حوض کوثر پر لائے جائیں گے۔ اتنے میں وہ ہٹا دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت کے لوگ ہیں، آپ سے کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعتیں نکالی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي (صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب فی الحوض، جزء ۸، صفحہ ۱۵۱)

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ریاض الجنۃ، یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر (روزِ محشر) میرے حوض پر رکھا جائیگا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ "اصحابی" سے مراد اصحابِ امت ہیں، نہ کہ صحابہ کرام، یعنی وہ لوگ جو دین میں طرح طرح کی ایجادیں کرینگے اور اس شرکیہ جرم کی پاداش میں حوضِ کوثر سے دُور کر دیئے جائیں گے۔

اس سلسلہ میں ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لفظ "اصحاب" کی وضاحت کے بارے میں پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسول کیا میں ان میں سے ہوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں! یہ لوگ تو تمہارے بعد نکلیں گے اور اُلٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹ جائیں گے (رواہ الحاکم وصححہ جلد ۱، صفحہ ۷)

مزید برآں بدعت اتنی بُری چیز ہے، جو تمام اعمال کو برباد کر کے الٹے قدموں کفر کی طرف لوٹا دیتی ہے۔

آج آپ تمام فرقوں کا محاسبہ کر کے دیکھ لیں، ہر ایک کے یہاں آپ کو بدعت واضح طور پر نظر آئے گی کیونکہ ہر ایک نے دین میں اضافہ کر رکھا ہے، جس کی نشان دہی ہماری جماعت

المسلمین آئے دن کرتی رہتی ہے۔

اب معراج کے سلسلہ میں مزید حقائق ملاحظہ فرمائیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثُمَّ عَرَجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ جزء اول ص۵۰ و صحیح مسلم، کتاب الایمان، جزء اول ص۹۳)

پھر جبریل مجھ کو لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ایک بلند ہموار مقام پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔

اندازہ کیجئے کہ کتنی تعداد میں قلمیں چل رہی تھیں کہ ان کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں، قلمیں کون چلا رہا تھا؟ ان قلموں سے کیا لکھا جا رہا تھا؟ کچھ معلوم نہیں یہ سب معمہ ہے۔

بعض حضرات نے آیات متشابہات کی طرح اس معمہ کو بھی حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ سب قیاس آرائیاں ہیں، حقیقت کسی [illegible] نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَی الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ (صحیح مسلم کتاب ایمان: جزء اول ص۹۳)

پھر (دروازہ) کھلا تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، وہ اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے بیٹھے تھے۔

بیت المعمور کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَسَاَلْتُ جِبْرِیْلَ فَقَالَ هٰذَا الْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ یُصَلِّیْ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ اِذَا خَرَجُوْا لَمْ یَعُوْدُوْا اِلَیْهِ اٰخِرَ مَا عَلَیْهِمْ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملئکۃ: جزء ۲، ص۴۵۵، و روی مسلم نحوہ فی کتاب الایمان باب الاسراء، جزء اول ص۹۵)

میں نے جبریل سے اس کا حال پوچھا انہوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے، یہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب وہ وہاں سے نکل جاتے ہیں تو پھر لوٹ کر نہیں آتے، وہی ان کا آخری آنا ہوتا ہے۔

الغرض واقعہ معراج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اعتبار سے ایک حیرت انگیز معجزہ ہے جو بے شمار فضیلتوں سے معمور ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے محبوب ترین بندے کو شرفِ مہمانی عطا کرتا ہے۔

ذرا غور کیجیے: جس ہستی کا اللہ تعالٰی میزبان ہو اس کی عظمت کی ہم کیا تعریف کر سکتے ہیں؟

معراج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک نور دیکھا تھا میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کا حجاب بھی نور ہے اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی شعاعیں جہاں تک نظر جاتی ہے وہاں تک کی ہر چیز کو جلا کر بھسم کر دیں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

۷۔ مقامِ محمود

اللہ تعالی فرماتا ہے:

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (اسرأ۔۷۹)

ہو سکتا ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے۔

یہ مقامِ محمود کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تشریح بیان فرماتے ہیں، جو شخص اذان کی آواز سنے، پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ تو قیامت کے دن اس کو میری شفاعت پہنچے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقامِ محمود ہی دراصل مقامِ شفاعت ہے۔

نوٹ: امّت کی شفاعت کے سلسلہ میں شفاعت کبریٰ وعظمیٰ کے عنوان سے پہلی قسط میں لکھا جا چکا ہے۔ زیر نظر مضمون گویا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

شفاعت کے سلسلہ میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اس دن (کسی کی) سفارش نفع نہیں

اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝ (طٰہٰ۔ ۱۰۹)

دیگی، سوائے اس شخص (کی سفارش) کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو اور جس کی بات کو وہ پسند کرے۔

روئے زمین پر ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت کے وقوع ہونے تک ایسی ہستی نہ پیدا ہوئی ہے اور نہ ہوگی. سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ یہی وہ واحد ہستی ہیں، جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے اذنِ مبارک سے شافعِ محشر بنایا۔ جس کی بات وہ پسند بھی کرتا ہے۔

یہ منصبِ فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی لاثانی و بیمثال دلیل ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ — میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہونگا۔

سید الناس کے صیغہ میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہ السلام بھی آ گئے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ:

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ — یعنی میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔

مزید برآں معراج میں تمام انبیاءؑ علیہ السلام نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اس اعتبار سے آپ یقیناً امام الانبیاء بھی ہیں۔ یہ تمام فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی کھلی دلیل ہے۔

بات جب فضائل کی ہو رہی ہے تو یہ فضیلت بھی ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلی ہستی ہیں جو قیامت کے دن اٹھائے جانے والوں میں سرِ فہرست ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَاَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ — اور (قیامت کے روز) سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، قبر سے پہلے میں نکلوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَنَا خَطِیْبُهُمْ وَاِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ یَئِسُوْا الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ

(رواہ الترمذی وحسنہ: جلد ۵. ص ۵۸۵)

اور جب لوگ وفود کی شکل میں اللہ تعالےٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے تو میں ان کی طرف سے خطیب ہوں گا (یعنی میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے خطاب کروں گا) تمام

لوگ اس وقت نا امید ہوں گے. لیکن میں
ان کو یہ خوشخبری دوں گا کہ اب شفاعت ہو
رہی ہے. اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ
میں ہو گا۔

مذکورہ حدیث میں لفظ " وفد " وارد ہوا ہے۔ وفد اس گروہ یا جماعت کو کہتے ہیں، جو کسی بادشاہ سے ملاقات کرنے اس کے دربار میں جایا کرتے تھے لہٰذا یہاں اس گروہ کو وفد کہا گیا ہے جو اللہ تعالٰی کے دربار میں مختلف ٹولیوں کی شکل میں حاضر ہوں گے. کیونکہ اللہ تعالٰی تو مالک الملک ہے. بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے۔

آج کل وفد کا اطلاق ہر گروہ پر ہونے لگا ہے. بادشاہ کے دربار کی کوئی قید نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی لوگوں میں بادشاہت والی خو نہیں گئی جبکہ بادشاہت تقریبًا ختم ہو گئی ہے۔

لوگوں کا خیال ہے کہ سعودی عرب کیونکہ کبھی اسلام کا گہوارا رہا ہے لہٰذا اسلام بھی وہیں ملے گا لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ سعودی عرب میں بادشاہت قائم ہے جبکہ اسلام میں بادشاہت نہیں بلکہ خلافت ہوتی ہے۔ جب وہاں خلافت جیسی کوئی چیز نہیں تو پھر اسلام کہاں باقی رہا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"میدانِ محشر میں جب سب پریشان حال ہوں گے۔

فَاَسْتَاذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ ..... وَقَعْتُ لَہٗ سَاجِدًا..... فَیُقَالُ یَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ..... وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا

(صحیح بخاری کتاب التوحید وصحیح مسلم)

تو میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا مجھے اس کے دربار میں آنے کی اجازت دی جائے گی، میں سجدے میں گر پڑونگا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمدؐ اپنا سر اٹھاؤ، سفارش کرو. تمہاری سفارش سنی جائے گی. پھر میرے لئے وہ حد مقرر کر دیگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں:

میں آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ مکرّم (یعنی عزّت والا) ہونگا لیکن میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا. یہ تو اللہ تعالٰی کے اس حکم کے تحت اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (یعنی اے رسول) جو نعمت آپ کو دی گئی ہے اسے بیان

کر دیا کیجئے۔ لہٰذا میں بیان کر دیا کرتا ہوں، لیکن فخریہ نہیں۔

اِس سلسلہ میں ایک بات کی وضاحت بھی کرتا چلوں کہ ہمارا ایک پمفلٹ بعنوان "وجۂ افتخار۔ ایمان باللہِ العظیم" شائع ہوا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو عجز و انکساری کے پیشِ نظر یہ فرماتے ہیں کہ: "**وَلَا فَخْرَ**" مجھے فخر نہیں لیکن آپ تو فخر کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ سنّت کی خلاف ورزی ہے۔

ہم نے کتابچۂ مذکورہ میں ایمان باللہ کو فخر کا سبب لکھا تو ان تمام دلائل و براہین کے تحت لکھا جو اس میں موجود ہیں۔ اِس کے باوجود اس قسم کا اعتراض صحیح نہیں لہٰذا ہم نے ایمان باللہ کو فخر کا سبب لکھا تو بالکل صحیح لکھا۔

بہر حال جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب بھی سُن لیجئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بیان فرمائیں، جن پر فخر کیا جا سکتا ہے، لیکن فخر نہیں کیا، اسی طرح ہم نے بھی فخر کے اسباب بتا دیئے جن پر فخر کیا جا سکتا ہے لیکن فخر نہیں کرتے، اگر کریں تو خلافِ سنّت بھی نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ:

حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح پہلے حضرت زید بن حارثہؓ سے ہوا تھا لیکن جب حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الٰہی انہیں نکاح کا پیغام بھیجا۔

حضرت زینبؓ نے کہا میں کوئی کام نہیں کرتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں۔ یہ کہہ کر وہ نماز پڑھنے کھڑی ہوئیں، اسی اثناء میں اللہ تعالےٰ نے وحی نازل کی

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (احزاب: ۳۷)

پھر جب زید نے (طلاق دیکر) ان سے اپنی حاجت ختم کر دی تو ہم نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا۔

حضرت زینبؓ اس نکاح پر فخر کرتی تھیں اور فخریہ کہتی تھیں کہ:

زَوَّجَكُنَّ اَهَالِيْكُنَّ وَزَوَّجَنِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ

تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی میری شادی اللہ تعالےٰ نے سات آسمانوں کے اُوپر کی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب السنۃ باب وکان عرشہ علی الماء؛ جزء ۹، ص ۳۵۲)

معلوم ہوا کہ کسی فضیلت پر فخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ ہی یہ سنّت کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا اعتراض کالعدم ہے۔

رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر نہیں کیا تو حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اتنی رحمتیں، نعمتیں اور فضیلتیں ملیں کہ آپ کو فخر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور ویسے بھی فخر کرنا آپ کے بلند بالا مرتبے کے شایانِ شان بھی نہیں تھا۔

جب کسی شخص کو کوئی ایسی چیز ملی ہو جو کسی کو نہ ملی ہو تو وہ اس پر فخر کرسکتا ہے اور یہ خلافِ واقعہ بات نہیں، جس پر اعتراض کیا جائے۔

اب مزید فضائل ملاحظہ فرمایئے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذٰلِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ (رواہ الترمذی، حسن، جلد ۲، ص ۲۰۵)

میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا، سوائے میرے کوئی مخلوق اس مقام پر کھڑی نہیں ہوگی۔

گویا عرش تک رسائی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو حاصل نہ ہوگی۔ یہ امتیازی فضیلت ہی دراصل عظمت کی دلیل ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سب سے پہلے جنّت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔ جنّت کا داروغہ کہے گا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا "انا محمد" میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) داروغہ کہے گا۔ آپ ہی کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے لئے جنّت کا دروازہ کھول دوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پُل صراط کے متعلق فرماتے ہیں:

جہنّم کے اُوپر ایک پُل بنایا جائے گا۔ سب سے پہلے میں اسے پار کروں گا

الغرض بے انتہا فضائل ہیں جن کا احاطہ کرنا یا شمار کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بہرحال ایسی پُرعظمت ہستی کے سوا کون ہے جو واجب الاتباع ہو۔ لیکن یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ اکثر لوگ زبان سے کلمہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا پڑھتے ہیں لیکن کئی واجبُ الاتباع امام بھی بنا لئے ہیں۔

۸۔ تاریخِ عالم

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے، مذکورہ عنوان کا کیا تعلق ؟

ذرا غور کیجئے کہ تعلق ہے یا نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جس ہستی کو آپ کامل ترین ہستی سمجھتے ہیں اور اس کے بارے میں آپ کا ایمان ہو کہ اس کی اتباع کی جانی چاہیئے، لیکن اگر وہ شخصیت تاریخی نہیں یعنی اس کی کوئی تاریخ نہیں، تو کیا آپ اس کو اپنا راہنما یا لیڈر تسلیم کر لیں گے ؟ ہرگز نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تقریباً دو ارب برس پہلے ہندو مت مذہب کے چار وید نازل ہوئے تھے۔ کس پر نازل ہوئے تھے ؟ اس کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ حالانکہ ان کا کلینڈر بھی ہے، جس پر ایک ارب ۹۹ کروڑ کا سن بھی درج ہے گویا اس تخمینہ سے دو ارب برس پہلے چار عدد ویدوں کا نزول ہو چکا تھا لیکن ان ویدوں کی کوئی تاریخ نہیں۔

۲۔ آگے چلئے گوتم بدھ اتنی مشہور و معروف شخصیت، جو دیوتا کی صورت اختیار کر گیا کسی کو اس کی تاریخ پیدائش تک نہیں معلوم۔ یعنی اس کی بھی کوئی تاریخ موجود نہیں۔

۳۔ جین مذہب کے مہاویر ان کی بھی کوئی تاریخ نہیں کہ کس تاریخ کو منصۂ شہود پر آئے ؟

۴۔ چینی مذہب کے کنفیوشس جو اس مذہب کا رہبر ہے، بڑی نامور شخصیت مگر کچھ معلوم نہیں کہ اس کی تاریخ کیا ہے ؟

۵۔ پارسی مذہب کے زرتشت جو اس قدیمی مذہب کے بانی بھی ہیں، لیکن ان کی بھی کوئی تاریخ نہیں۔

۶۔ موسیٰ علیہ السلام جنکی تاریخ موجودہ توریت میں ہے لیکن وہ ان کے انتقال کے صدیوں بعد لکھی گئی اور توریت کا حال سب کو معلوم ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مسخ شدہ تاریخ کا کیا اعتبار ؟

۷۔ عیسیٰ علیہ السلام جنکے نام سے عیسائی مذہب کی بنیاد پڑی، خود اس مذہب کے

پادریوں کو بھی نہیں معلوم کہ ان کے اپنے مذہب کی تاریخ کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کنواری لڑکی کے بطن سے پیدا ہوئے یا صلیب پر چڑھا دیئے گئے۔

ان کی وہ تیس سالہ ابتدائی زندگی جس میں انہوں نے اپنی قوم کی تبلیغ کی یا زندگی کے دیگر شب و روز کیسے گذارے؟ کچھ بھی محفوظ نہیں۔

مزید برآں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کم و بیش سوا لاکھ پیغمبر دنیا میں بھیجے گئے لیکن ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ان سب کی تاریخ محفوظ رکھنی ہی نہیں تھی۔ نہ وہ قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کے رہبر تھے۔

البتہ جسکو قیامت تک کے لئے نمونہ اور واجب الاتباع امام بنانا مقصود تھا اس کی مکمل تاریخ بھی قلمبند کر کے محفوظ کروا دی اور اس طرح محفوظ کروا دی کہ مذاہبِ عالم کے مورخ اور فرسودہ تواریخ کو Historical Facts کا نام دینے والے بھی حیرت زدہ و انگشت بدنداں ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی واحد ہستی ہیں جن کی تاریخ خود اللہ تعالےٰ نے محفوظ کروائی اور ایک ایسی مستند تاریخ رقم کروا دی جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگرچہ اس تاریخ کے کئی ماخذ ہیں جس میں سرِ فہرست وہ مقدس ترین کتاب قرآن مجید ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ سب سے پہلی تاریخ قرآن مجید میں محفوظ ہے تو غلط نہ ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (نٓ والقلم) اور بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

آپ غور کیجئے، اللہ تعالےٰ کے اس فرمان کے درپردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تاریخ رقم ہے۔

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ سے پوچھا:

اَنۡبِئِيۡنِىۡ عَنۡ خُلُقِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ؟ آپ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیے (کہ آپ کا اخلاق

کیسا تھا؟)

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے کہا:

اَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ؟ کیا آپ نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟

حضرت سعد بن ہشام نے کہا:

بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں؟ (میں نے پڑھا ہے)

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ نے فرمایا:

فَاِنَّ خُلُقَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ الْقُرْآنُ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن مجید تھا (یعنی وہ مکارمِ اخلاق و اوصافِ حمیدہ جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے وہ آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔)

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ: جزء اول، ص۲۹۹)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولین تاریخ ہے۔ اس کے بعد جو قلمی تاریخ مرتب ہوئی وہ ایسی مایۂ ناز تاریخ ہے جس پر جسقدر بھی ناز کیا جائے، کم ہے۔

مستدرک حاکم کی صحیح سند سے ایک حدیث کے مطابق چودہ صحابۂ کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر (سیرتِ طیبہ) لکھا کرتے تھے۔ منکرینِ حدیث اس تاریخ کو بے وقعت قرار دینے کیلئے ایک طویل عرصہ سے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں اور لوگوں کو یہ تأثر دیتے ہیں کہ حدیث کی تدوین ڈھائی سو سالہ عجمی سازش کا شاخسانہ ہے۔ یہ کتنا زبردست جھوٹ ہے کہ اس دروغ گوئی کو جھٹلانے کے لئے قرآن مجید ہی کافی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ گروہ درحقیقت منکرِ حدیث ہی نہیں بلکہ منکرِ قرآن بھی ہے کیونکہ انکارِ حدیث کی آڑ میں وہ براہِ راست قرآن مجید کی حیثیت کو مشکوک بنانے کی مکروہ سازش پر کمربستہ ہے۔

بہرحال درج ذیل حدیث ڈھائی سو سال والے دعوے کی قلعی کھول دینے کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام کو احادیث لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقٌّ احادیث لکھا کرو قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس مُنہ سے حق کے سوا کوئی دوسری بات نہیں نکلتی۔

(ابوداؤد؛ جلد اول ص۱۵۸ رجالہٗ ثقات تقریب)

اللہ تعالےٰ بھی یہی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ہ اِنْ ھُوَ (اور یہ رسول) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے

اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۝ (نجم - ۲)
وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی ہوتی ہے. جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب - ۲۱)
تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات وحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو اُجاگر کرنے میں گویا پتھر کی لکیر ہیں اور منکرینِ حدیث کے کفریہ و باطل نظریہ کے پرخچے اڑا دیتی ہیں۔

ہم نے ابتداء میں پہلے ابوداؤد کی حدیث پیش کی جو حدیث کو نہیں مانتے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے لئے حدیث حجت نہیں کیونکہ یہ ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں. اب آپ غور کریں کہ جو چیز حدیث میں ہے وہی چیز آیت میں ہے جس کی گواہی اللہ تعالےٰ خود دے رہا ہے کہ رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے وہ جو کہتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے۔ گویا حدیث کو تسلیم نہ کرنے سے آیت کا انکار لازم آتا ہے۔ اس طرح جو لوگ حدیث کو تسلیم نہیں کرتے. وہ دراصل قرآن مجید کے انکاری ہیں. انہیں صرف منکرِ حدیث کہنا صحیح نہیں۔ اب جو لوگ حدیث کو نہیں مانتے وہ بتائیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، بہترین زندگی کی تاریخ ہمیں کہاں ملے گی جو ہمارے لئے نمونہ بھی ہو؟

اگرچہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی جزئیات تو ضرور بیان کرتا ہے لیکن ان جزئیات کی تفسیر کو الگ کر دیا جائے تو مکمل تاریخ ہمارے سامنے نہیں آتی بلکہ آ بھی نہیں سکتی ۔...... بہ حال صحابہ کرام کے دور میں بھی تدوینِ حدیث کا کام زور شور سے جاری رہا اور پھر کن کن ادوار میں جاری رہا اس کی بھی ایک تاریخ ہے۔

جب امام بخاری نے ہوش سنبھالا تو بے شمار کتب حدیث قلمبند ہو چکی تھیں مثلاً صحیفہ ابوہریرہ، المشہور بہ صحیفہ ہمام بن منبہ، صحیفہ صادقہ، صحیفہ معمر، مؤطا امام مالکؒ، مؤطا امام محمدؒ، کتابُ الآثار، کتابُ الخراج، مسندِ شافعی، مسندِ حمیدی، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق وغیرہ (یہ کتب آج بھی مارکیٹ میں بہ آسانی دستیاب ہیں) گویا مذکورہ تمام کتب امام بخاری کے دور سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔

اس کے بعد جب تابعین کا دور آیا تو کوئی جامع کتاب مرتب کر رہا ہے جیسے صحیح بخاری اور ابنِ ماجہ، کوئی سنن کو ترتیب دے رہا ہے، جیسے سُنن ابوداؤد کوئی نسائی لوئی

معجم لکھ رہا ہے...... جیسے معجم طبرانی۔

غرض یہ کہ کوئی مغازی یعنی جنگوں کا حال لکھ رہا ہے، کوئی شمائل لکھ رہا ہے، کوئی فضائل لکھ رہا ہے اور کوئی کتب سیر قلمبند کر رہا ہے۔ یعنی مختلف پہلوؤں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ایک ایک گوشہ اور ہر ہر پہلو کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر کے ایک ایسی جاوداں تاریخ پیش کر دی۔ ایسی تاریخ دنیا کی کسی بھی شخصیت کے لئے نہیں لکھی گئی اور یہی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بلند و بالا مرتبہ کی دلیل ہے۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم مؤرخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو کس طرح خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ہماری ہی تاریخ اسلام کو مستند ترین تاریخ ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

۱۔ ای ڈرمینگھم لکھتے ہیں؛

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اعتبار سے دنیا کے واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں بلکہ منور اور روشن ہے

(Life of Mohammad, Pub 1930)

بتایئے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تاریخ مرتب شکل میں موجود نہ ہوتی تو کوئی ایسا خراج پیش کر سکتا تھا ؟

۲۔ بی اسمتھ لکھتے ہیں :

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی اسرار میں پھیلی ہوئی ہے اور نہ اس پر کسی قسم کے سائے ہیں، ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں لوتھر اور مارٹن سے بھی کہیں زیادہ جانتے ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات (اقدس) کے ساتھ دیو مالائی، لیجنڈری اور مافوق الفطرت عناصر سے وابستہ نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی کی تفصیل تمام تر جزئیات کے ساتھ ہمارے پاس پہنچتی ہے۔

آپ کی زندگی دراصل سورج کی طرح ہے جس کی کرنیں پوری دنیا کا احاطہ کرتی ہیں، آپ کے کردار کا سب سے حسین پہلو آپ کی جاہ و حشم سے بے نیازی ہے، آپ قانون ساز، تاریخ ساز، حکمران، جرنیل اور قاضی تھے۔ اس کے باوجود آپ کی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور اللہ کا پیغام دنیا تک پہنچانے کیلئے

تشریف لائے تھے ۔ زہد و عبادت میں ان کا کوئی ثانی نہیں اور ان کی کامرانیوں کی مثال نہیں ملتی (Mohammed and Mohammedanism, Pub: 1874)

دیکھئے یہ کون لکھ رہا ہے ؟ یہ سب تاریخ ساز باتیں ہی تو ہیں جو غیر مسلم بیان کر رہے ہیں کہ یہ دیو مالائی کہانیاں یا طلسم ہوشربا قسم کے قصے نہیں بلکہ یہ وہی کچھ لکھ رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میں موجود ہیں کہ :

" آپ کے کردار کا سب سے حسین پہلو آپ کی جاہ وحشم سے بے نیازی ہے "۔
ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ چادر پھٹ گئی اور آپ کی گردن پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا ۔ پھر اس دیہاتی نے کہا ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ مال دینے کا حکم دیجئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا ۔ پھر آپ مسکرائے اور اس کو کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا ۔
(صحیح بخاری ، کتاب الادب و صحیح مسلم ، کتاب الفضائل)

بتائیے ایسے کریمانہ اخلاق ، عفو و درگذر کی ایسی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ حکمران اور جرنیل ہونے کے باوجود کوئی شخص اس قسم کی توہین آمیز حرکت پر کوئی انتقامی کارروائی نہ کرے بلکہ مسکرائے ، معاف کر دے اور اسکا مطالبہ بھی پورا کر دے ؟
واقعہ ایلا ایک مشہور واقعہ ہے ۔ اسی واقعہ میں آپ کی جاہ وحشم سے بے نیازی کا عالم دیکھئے :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت ملنے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہ بند اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں ۔ اس تہ بند کے سوا آپ کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا ۔ آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے ۔ چٹائی پر کوئی بستر وغیرہ نہیں تھا جس کی وجہ سے آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے ۔ آپ چمڑے کے ایک تکیہ سے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تکیہ لگا کر بیٹھ گئے ۔
(صحیح بخاری کتاب المظالم و صحیح مسلم کتاب الطلاق)

مذکورہ واقعہ طویل واقعہ ہے لیکن یہاں بتانا صرف یہ مقصود تھا کہ دنیا کے کسی حکمران ، بادشاہ ، جرنیل کی مثال پیش کی جا سکتی جو اللہ تعالےٰ کا محبوب ترین بندہ بھی ہو اسکی زندگی جاہ وحشم سے عاری ہو ؟ دنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں عسرت و تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ دو ، دو

مہینے گذر جاتے، چولہا نہیں جلتا تھا۔ کھجور اور پانی پر گذر اوقات تھی۔ آپ کی زندگی میں ازواجِ مطہرات ؓ نے کبھی دو دن تک متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔
(صحیح بخاری کتاب الرقاق، صحیح مسلم کتاب الزھد)

خیر الامم کی حالت کے بارے میں دیکھئے۔ اللہ تعالٰی کیا فرماتا ہے؟

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝
(توبہ - ۹۲)

(اور اے رسول) جہاد میں نہ جانے کا ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ ان کو سواری دیں تو آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کچھ نہیں جس پر تمہیں سوار کر سکوں وہ لوگ واپس ہو جاتے ہیں اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

آپ نے غور کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کتنی مربوط و مایہ ناز ہے جس پر اہل ایمان و اسلام تو کیا غیر مسلم بھی فخریہ پیش کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس سنہری تاریخ کو ملیامیٹ کرنے پر کمربستہ ہے اور یہ روش صرف منکرینِ حدیث کے ہاں ہی نہیں پائی جاتی بلکہ درپردہ پانچوں مذاہب بھی ان کا ہاتھ بٹانے میں مصروف بہ عمل ہیں۔

۳- جی۔ ایم ڈریکاٹ لکھتے ہیں:

دنیا کا کوئی پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ایسے معاشرے اور سماج کی بنیاد نہ رکھ سکا جو مثالی ہو اور آنے والے زمانہ کے لئے تقلید کی ترغیب دیتا ہو۔ ہم سب یہ کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ایک ایک تفصیل اور تمام جزئیات منفرد اور روشن ہیں۔

مطلب یہ کہ واجبُ الاتباع صرف ایک ہستی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری نہیں جس کی تقلید کی جائے جو لوگ آپ کے علاوہ دوسروں کو نمونہ بنائے ہوئے ہیں وہ شرک فی الرسالت کے مرتکب ہیں۔

۴- سر ولیم میور لکھتے ہیں:

یہ دیکھنے کے لئے اور ثابت کرنے کے لئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پایہ

استقلال میں لغزش پیدا ہوئی. اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں گے تو یہ بے کار عمل ہو گا کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرہ برس جو جدوجہد. حوصلہ شکنی. دھمکیوں خطروں استبداد اور سزاؤں کے مقابلے میں جاری رکھی اس کی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

(Life of Mohammed, Pub. 1861)

ولیئم مور کے نزدیک وہ تاریخ ناقابل اعتبار ہے جو احادیث کے مطابق نہیں لکھی گئی، ظاہر ہے کہ ایسی تاریخ کی ورق گردانی ایک بے کار عمل ہو گا۔

۵۔ ڈی۔ ایس مارگولیوتھ لکھتے ہیں:

اپنی اپنی جگہ قابلِ احترام ہونے کے باوجود ان سب پیغمبروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے عبادت۔ اللہ کی اطاعت اور دینی ایثار میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسی مثال قائم کی ہو۔ (Mohamet and the rise of Islam)

۶۔ آر۔ وی۔ سی بوڈلے لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ، کنفیوشس اور بدھ کے بارے میں ایسا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رہا جو ہم تک پہنچا ہو اور ہم ان کے پورے حالات سے واقف ہو سکتے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ابتدائی تیس برس کی زندگی پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس کے برعکس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری زندگی ہم پر روشن اور عیاں ہے۔

ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں اتنی ہی زیادہ معلومات رکھتے ہیں جتنی اس شخص کے بارے میں جو ہمارے اپنے عہد کا ہو۔

آپ کے بارے میں سارا ریکارڈ جو آپکی جوانی، آپ کے رشتہ داروں. عادات اور بچپن کے بارے میں موجود ہے جو نہ لیجنڈری ہے اور نہ سُنا سُنایا۔ ان کے باطنی ریکارڈ کے بارے میں ہم ایک ایک تفصیل سے آگاہ ہیں، ان کی زندگی میں کسی قسم کی پراسراریت کا شائبہ تک نہیں ملتا۔

دیکھئے بوڈلے کتنے پُر اعتماد انداز میں لکھتے چلے جاتے ہیں اور یہ اعتماد صرف اس بنیاد پر ہے جو ہمارے اسلاف رحمہ اللہ کے عظیم کارنامے تدوینِ حدیث کی وجہ سے دنیا بھر کے مؤرخین کے سامنے آیا اور جسے نام نہاد اہلِ قرآن ختم کرنے کے درپے ہیں۔

۷۔ آر لی روز لکھتے ہیں:

آپ نے ایک ایسی مثالی ریاست قائم کی کہ جب تک پوری دنیا کی ریاستیں، اور حکومتیں اس کی تقلید نہیں کرتیں، اس وقت تک عالمی امن ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔

کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک تن تنہا شخصیت نے ایک مثالی اسلامی ریاست قائم کر کے دنیا کو امن کا گہوارا بنا دیا جو آج دنیا بھر کے نام نہاد اسلامی ممالک مل کر بھی ایسی مثال قائم نہیں کر سکتے، کیوں نہیں کر سکتے؟ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی رہی دینِ اسلام کو تھامنے کے بجائے علماء تفرقہ بازی و مذہب پرستی کو ہوا اور فروغ دیں، اور واجب الاتباع ہستی کے بجائے دوسروں کو واجبُ التقلید ٹھہرا لیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو کھلی دعوت دینے کے مترادف ہے ایسی صورت میں امن یا مثالی ریاست ایک دیوانے کے خواب کے سوا کچھ نہیں۔

۸۔ آرلینڈ ڈاؤ لکھتے ہیں:

دنیا اگر اپنے جھگڑوں سے نجات حاصل کر کے امن کا گہوارہ بننا چاہتی ہے تو پھر اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات پر عمل کرنا پڑے گا۔ (The Islam, Pub: 1909)

۹۔ ایچ میسے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آخرت پر ایمان لا کر ہی انسان کی نجات ہو سکتی ہے اور بنی نوع انسان کے عظیم ترین نجات دہندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(Life of Mohamet, Pub: 1928)

۱۰۔ جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں:

ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت و تعصب کی وجہ سے اسلام کی نہایت بھیانک تصویر پیش کی انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف منظم تحریک چلائی۔ یہ سب راہب اور مصنف غلط کار تھے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ (Islam Our Choice)

ذرا سوچیے یہ سب حقائق لکھنے والے کون ہیں؟ اور پھر اپنے گرد و پیش کا بھی جائزہ لیجئے کہ کیا واقعی امتِ مرحوم نجات دہندہ کے راستے پر گامزن ہے یا اپنے اپنے متفرق راستے خود متعین کر لئے ہیں؟

ازمنہ وسطیٰ کے عیسائی راہبوں کی جہالت و تعصب پر کیا موقوف، برصغیر کے علماء و دانشوروں نے گذشتہ ایک صدی سے اسلام کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ دنیا بھر کے اسلام کے نام لیواؤں کے سامنے ہے۔ ان میں وہ مفکر اور مشاہیر بھی شامل ہیں جو ہمیں آئینہ دکھا رہے ہیں، جن کے اقتباسات آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۱۔ جی۔ ایل بیری لکھتے ہیں:

ہمیں تاریخ ساز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت اور احادیث ہی ہیں جنہوں نے اسلام کو دنیا کی تہذیبوں میں ایک عظیم تہذیب کی حیثیت دی جس کے بعد دنیا کی کوئی تہذیب اسلامی تہذیب کے اثرات قبول کئے بغیر نہیں رہ سکی۔ (Religion of the World)

دنیا کی تمام تہذیبوں نے یقیناً اسلامی تہذیب و تمدن کو بغیر احساس کمتری کے قبول کیا اور وہ اسلام کے بیشتر سنہری اصول پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن وائے افسوس کہ ہمارے ہاں کے ترقی پسند مغربی افکار و نظریات کے دلدادہ اور انگریزی تعلیم یافتہ۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جنھوں نے اسلامی تہذیب کے اثرات قبول کرنے کے بجائے غیروں کے اثرات قبول کر لئے ہیں؟

یہ سوال نہیں، جس کا جواب تلاش کیا جائے بلکہ اس کا جواب تو یہ مغرب زدہ معاشرہ خود دے رہا ہے کہ اس ملک کے ڈاکٹر، وکیل، پروفیسر، انجینئر، اسکالر، دانشور، شاعر، ادیب غرض ہر وہ شخص خواہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو یا معمولی پڑھا لکھا، ان کا حلیہ، وضع قطع چیخ چیخ کر پکار رہا ہے کہ وہ کس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ جی ہگنز لکھتے ہیں:

کہاں ہیں وہ پوپ آرچ بشپ آف کنٹر بری اور کونسل آف کانووکیشن، اسقف، پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے جنہوں نے افریقہ میں غلامی کی اجازت دی اور جنہوں نے حبشیوں کو غلام بنانا چاہا آج ان کا نام کوئی نہیں جانتا۔ وہ تاریخ کی گرد میں لپٹے گمنامی کی نیند سو رہے ہیں۔ کوئی محقق گرد جھاڑ کر ان کا نام تلاش بھی کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ انہیں مطعون کر سکے اور ان کے بھیانک جرائم کا اظہار کر سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک نام ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ جس نے انسانیت کو رنگ و نسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی، یہ نام روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی جا رہی ہے۔

Apology for Mohamet, Pub: 1929)

غلامی بہر حال غلامی ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو، ہمارے نزدیک مذہبی غلامی سے بڑھ کر ذلت آمیز کوئی غلامی نہیں جس میں واجب الاتباع امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

غلامی کے بجائے خود ساختہ اماموں کی غلامی کا قلادہ قوم و ملت کی گردنوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ مرتے دم تک اس سے نجات حاصل نہیں کر پاتے۔ اِلا ماشاء اللہ۔

۱۳۔ والیٹر لکھتے ہیں:

آپ سے بڑا انسان .... انسانیت نواز..... دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی۔

(Philosophicl Dictionry)

۱۴۔ لین پول لکھتے ہیں:

روئے زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا دُور اندیش اور صاحبِ بصیرت کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔ (Studies of Mosque)۔

۱۵۔ البرٹ وایل لکھتے ہیں:

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فاتح تھے اور عرب کے حکمران .... آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا، وہ بلا شرکتِ غیرے اقتدار کے مالک تھے۔ اگر آپ چاہتے تو ساری زندگی دولت سمیٹ سکتے اور عیش و آسائش کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ (Transforming Light - 1970)

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ پر مستشرقین نے بہت کچھ لکھا ہے اور جو کچھ بھی لکھا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں لکھا ہے جو اقتباسات پیش کئے گئے ہیں ان میں کہیں بھی مبالغہ آرائی کا شائبہ تک نہیں ملتا بلکہ انہوں نے پوری دنیا کے ساتھ اسلامی تاریخ کے مختلف گوشے بے نقاب کر کے پیش کئے ہیں۔

تلخیص و ترتیب

محمد یوسف

۲۴ محرم ۱۴۱۹ھ، ۲۱ مئی ۱۹۹۸ء

نوٹ:۔ کتابچہ ہٰذا میں مستشرقین کے تمام اقتباسات ستار طاہر کی کتاب "ایک عالم ہے ثنا خواں آپ کا" سے لیے گئے ہیں۔

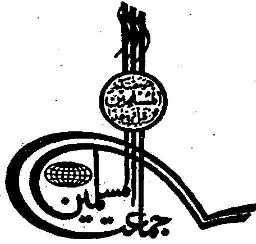
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ	..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	..	فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	..	فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	..	فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	..	دنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	..	وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین



JAMAAT-UL-MUSLIMEEN [INDIA]

[Preaching pure and unadulterated Islam]

www.india.aljamaat.org

MARKAZ JAMAAT-UL-MUSLIMEEN (HIND)
Plot #14, Masjid Jamaat-ul-Muslimeen
IDPL Colony, Dilkhushnagar, Old Bowenpally,
Secunderabad – 500 037 (A.P.)
Cell:91-92463-43643/91-40-6508-1395/91-40-2356-9224